

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
وَأَذِّنْ لَهُمْ الْمَغَاحِوَةَ

# اشاعت اسلام

مُسلِم انڈیا اینڈ اسلامک ریویو

زیر ادارت

جناب حضرت خواجه کمال الدین صاحب اے ایل ایل۔ بی سٹیج اسلام نگلستان

جلد ۱ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۷ء

شیراز پیغام صلح سے دورہ پیرنگا

فہرست مضامین

قیمت سالانہ تین روپیہ (سے)

صفحہ ۱۴۷

دینِ محمدی

مجدد و کنگ میں ایک اسلامی خطبہ نکاح ۱۲۵

لندن میں اہل اسلام کا شاندار جلسہ ۱۳۳  
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اسلامی مشن انگلستان کے مسکنہ آرا ۱۳۳۸  
تبلین کا رٹائے

گھوڑا کھلیا یہ بلڈگس

چمپکشا لکھنؤ  
چمپکشا لکھنؤ  
چمپکشا لکھنؤ

# احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اصل کام اور حضرت مسیح موعودؑ کی علیحدہ صلوات و سلام کی بعثت کی اصل غرض بنیادیں اسلام کا نام بلند کرنا۔ اور اسی کا ڈونگا چارواں انگ عالم میں بجا نا ہے۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی حیات میں طرح طرح کے مصائب اور دکھ برداشت کرنے کے باوجود اسلام کی خدمت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک اور سبائیک نام دنیا میں روشن کرنا جو کچھ کوشش اور جدوجہد کی وہ اظہار نہیں ہے آپ کے بعد اب ضرورت ہے کہ ایک انجمن کے ذریعہ سے آپ کا س مبارک شہن کو پورا طور پر دنیا بنائی کوشش کی جائے اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے مذکورہ عنوان نام انجمن لاہور میں قائم کی گئی ہے جس کے اہم مقاصد مختصراً ط میں حسب ذیل ہیں :-

- 1) اسلام کی اشاعت کرنا اور ان تجاویز کو سرخیا اور عمل میں لانا جن سے اشاعت اسلام ہو سکے۔
- 2) ایسے اہلاد کا تیار کرنا جن سے تبلیغ اسلام ہو سکے۔
- 3) امور متعلقہ سلسلہ احمدیہ کو سر انجام دینا۔

انجمن اپنی اغراض کی تکمیل کے لئے مختلف ذیل ذرائع اختیار کرے گی ایسے مددگار قیام جن کی غرض مسلمانین اسلام کا تیار کرنا ہوگا تقرراً و خطیماً مبلغین۔ اجرائے رسالجات۔ اجارات۔ تالیفات۔ تصنیفات۔ اشاعت کتب۔ شریکیت و اشتہارات کتب خانہ۔ ریڈیو گرام قائم کرنا۔ لکچروں۔ پوسٹوں اور درسگاہوں کے ذریعہ اسلامی تعلیم پھیلانا علاوہ ان ذرائع کے انجمن اگر ضروری سمجھے اور کوئی ذریعہ بھی اپنی اغراض کی تکمیل کے لئے اختیار کر سکتی ہے + اب ظاہر ہے کہ ان عظیم الشان اغراض کی تکمیل کے لئے کس قدر جدوجہد اور پیوستہ کی ضرورت ہے اسلام سرت خیر اقوام کے سامنے ایک بیکس تہیم ہے کہ طرح مور و مصائب آلام ہو رہا ہے اور تمام ہی خواہاں اسلام کیا احمدی کیا غیر احمدی سب بزرگان حال اس بیکسی سے نخلصی لانے کے لئے پہل کر رہا ہے کیا کوئی ہے جو اس آواز پر لبیک کہہ کر اس مقدس فرض سے سبکدوش ہو؟ اور پورے طور پر نالی امداد کے ذریعہ سے حفاظت و اشاعت اسلام کے پاک کام میں کوشاں ہو؟

تمام رقوم محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام آتی چاہئیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

# اشاعتِ اسلام

## مسجد وکنگ میں ایک اسلامی خطبہ نکاح

۲ جولائی ۱۹۱۴ء کو مسجد وکنگ میں کیا ہی عجیب شان دار اور خوش گو اور  
 نظارہ تھا۔ جبکہ مسٹر عثمان المہدی (المعرف مسٹر جان بارنگٹن آگے مسلمان اور  
 غیر مسلم دوست مسجد مذکور میں ٹاربیٹ آرگلائزر سکاٹ لینڈ کی ایک نوجوان مسلم  
 لیڈی بنام رشیدہ (المعرف مس مارگریٹ راس) کے ساتھ اسلامی اصولوں کے  
 مطابق رسم نکاح ادا کرنے کے لئے جمع ہوئے۔ جلسہ مذکور کا افتتاح ہمارے عزیز  
 مترجم جناب عبدالحی صاحب عرب نے جو اس وقت اپنے پورے عزیز نبیاس  
 میں تشریف فرما تھے۔ قرآن کریم کی تلاوت سے کیا۔ اذان بعد امام مسجد جناب  
 خواجہ کمال الدین صاحب نے عام خطبہ نکاح کے عزیز الفاظ پڑھنے کے بعد یوں  
 تقریر شروع کی :-

”یہ الفاظ جو میں نے ابھی آپ صاحبان کے سامنے پڑھے ہیں۔ قرآن کریم کی ایک  
 سورت کی ابتدائی آیات ہیں۔ اس سورت کا نام سورۃ النساء ہے۔ ہمارے نبی کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات جب انہیں اپنے پیروؤں سے کسی کے نکاح کا اعلان  
 کرنا ہوتا تھا۔ تو یہی آیات تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ ہم مسلمان بھی ایسے مبارک  
 مواعظ پر اٹھی اور اٹھ کر یہ کہتے تھے کہ تلاوت کیا کرتے ہیں۔ شادی ایک نہایت

پاک اور مقدس رشتہ ہے۔ جس سے انسان کے ذمہ بہت سے ایسے فرائض اور حقوق واجب الادا ہو جاتے ہیں۔ جنکو اکثر اوقات نظر انداز کر دینے کے باعث ..... خانگی زندگی جہنم کا نمونہ اور باعزت لعنت بن جاتی ہے۔ لہذا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو دلہ اولہن کو ان بٹری بٹری ذمہ واریوں کو یاد دلانے کے لئے جو شادی کے بعد ان کے ذمہ پر عاید ہو جاتی ہیں۔ عورتوں کے حقوق کے متعلق قرآن شریف کی یہ اور ایسی ہی بعض دوسری آیات تلاوت فرمایا کرتے تھے درحقیقت اس ازدواجی شراکت میں جس سے دو دوجیں آپس میں مل جاتی ہیں عورت اکثر اوقات مصائب اور دکھوں کا ہی تئختہ مشق رہی ہے۔ عورت کے ساتھ ایک چھوٹی سی کمزور چیز کی طرح جو گھر کی زینت اور آرائش کا باعث ہو۔ سلوک کیا جاتا ہے۔ جو روح جیسا القلب اپنے پرچوئی اختیار کر لیتی ہے۔ لیکن اصل حقیقت و سچی کی ویسی ہی رہتی ہے۔ اور اس میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس کے ساتھ شاید ہی کبھی ویسا سلوک روا رکھا گیا ہو جس کی وہ اپنی حیثیت کی رو سے اور اپنے خاوند کی شریک زندگی ہونے کی وجہ سے جائز طور پر خفدار ہے۔ اس کا سبب بتانا کوئی مشکل امر نہیں۔ تاریخ عالم کے نامعلوم زمانوں سے ہی مرد کا اندازہ عورت کی نسبت نہایت ہی کم اور ذلیل رہا ہے۔ اور اس کا اثر یہاں تک پہنچا ہے۔ کہ تہذیب جدید نے بھی اس کی اس ذلیل حالت میں کوئی بہتری پیدا نہیں کی۔ روم۔ یونان۔ مصر۔ ایران۔ ہندوستان اور چین سب پر حریت کے خوش گوار دن آئے۔ لیکن عورت کو ہمیشہ منڈی میں بیچنے کے قابل جائدا خیال کر کے گھر کے مالک کی رضا و رغبت پر ہی قابل تغیر تبدیل ٹھہرایا گیا۔ اسلام سے پیشتر کوئی دوسرا مذہب بھی اس کی حالت کو سدھار نہ سکا۔ غرضیکہ عورت کو ہمیشہ جمالت و گمراہی کے پردہ میں رکھا گیا۔ حتیٰ کہ خدائے تعالیٰ کی آخری اور مکمل کتاب قرآن کریم کا نزول ہوا۔ جس میں عورت کی عزت و عظمت کے قایم کرنے کے لئے پوری ایک سورت اس کے نام پر نازل ہوئی۔ اور اس میں

اس کے حقوق کا پورا اور مناسب لحاظ رکھا گیا۔ اس سورت کی سب سے پہلی آیت یوں شروع ہوتی ہے۔ **يا ايها الناس اتقوا ربكم الذي خلقكم من نفس واحدة وخلق مطزوجها وبيت مآهارها وكنيترا ونساء واتقوا الله الذي تساء لون به والادعاهم ان الله كان عليكم رقيباً** اے لوگو ڈرو اپنے پروردگار سے۔ جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ اور پھر تمہاری جنس سے تمہارے لئے عورت کو پیدا کیا اور ان سے بہت سے مرد اور عورتیں زمین میں پھیلا دیئے۔ اور اس خدا سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مدد مانگتے ہو۔ اور وہ... رحموں (ارحام) کے رشتوں اور تعلقات کو نگاہ رکھو.....

..... جو تمہیں اٹھائے پھرتے ہیں۔ تحقیق اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبنا ہے۔ عورت و مرد ایک ہی جان سے پیدا کئے گئے ہیں لہٰذا وہ ایک ہی مخرج سے نکلیں اس لئے مخرج کی یکسانیت ایک ہی جیسے سلوک اور درجہ ورتبہ کی متقاضی ہے لہٰذا حکم دیا گیا ہے۔ کہ مرد عورت کو کمزور اور ناتوان پا کر اسے حقیر و ناخیر خیال نہ کرے۔ اور نہ ہی کسی طرفیہ سے اس کی حیثیت میں کوئی کمی پیدا کرے کیونکہ وہ بھی اسی جنس اور روح سے پیدا کی گئی ہے۔ جس سے کہ مرد کا متخلق ظہور میں آیا ہے۔ آیت مذکورہ بالا ایک لحاظ سے نہایت ہی ضروری اور قابل لحاظ ہے۔ کیونکہ اس سے عیسائی مصنفین کی اس دروغ بانی کا پروردہ چاک ہو جاتا ہے جس میں اسلام کو عورت میں روح کے ہونیکا انکاری بتایا گیا ہے۔

نسل انسانی کو قائم اور برقرار رکھنے کے لئے مرد اور عورت کے ذمہ بہت سے ازدواجی فرائض واجب الادا ہوتے ہیں۔ اس بات کو سمجھانے کے لئے کہ محبت و مہربانی و نوازش ہی زندگی کا ایک اصول ہونا چاہئے۔ اور مرد و کیطون سے اپنے اختیارات و احکام کا منوانا اور عورت سے ان کی اطاعت و فرمانبرداری ہی کرتے چلے جانا درست نہیں بلکہ محبت۔ نرمی اور کرم گستری ہی مرد و عورت کے باہمی تعلقات اور جذبات کو درست کر سکتی ہے۔ ذیل کی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ

نے ارشاد فرمایا ہے کہ:- ومن ایاتہ ان خلق لکنہ من انفسکم ازواجاً لتسکنوا  
الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ۔ اور اس کے نشانات میں سے یہ ایک خاص  
بات ہے کہ اس نے تمہارے لئے عورتیں تمہاری اپنی جنس سے پیدا کیں تاکہ  
تم ان کے ساتھ تسکین حاصل کر سکو۔ اور تم میں محبت اور رحمت پیدا کر دی ہے  
یہ ہے اسلام کی تعلیم عورت کے متعلق اور کوئی شخص کسی دوسرے مذہب میں عورت  
و مرد کے باہمی تعلقات کی نسبت جو محبت۔ الفت اور مساوات پر مبنی ہوں اس  
سے زیادہ بہتر تعلیم حاصل نہیں کر سکیگا۔

یہ امر کہ عورت و مرد یکساں ایک دوسرے کی خوشنودی کے لئے بطور لازم و  
ملزوم ہیں۔ ایک دوسری آیت کریمہ میں اس حقیقت کو آشکارا کیا گیا ہے۔ اور  
اس صداقت کے اظہار کے لئے ایک مناسب اور بر محل۔ خوبصورت اور عمدہ شبیہ  
سے کام لیا گیا ہے۔ فرماتا ہے۔ ہن لباس لکنہ وانہم لباس لھن تمہاری بیویاں  
تمہارے لباس ہیں۔ اور تم ان کے لباس ہو۔ مرد اور عورت کے شادی کے بعد  
کے مختلف فرائض اور ذمہ داریوں کو سمجھانے اور بتانے کے لئے یہ کیا ہی خوبصورت  
اور نہایت ہی بر محل تشبیہ دی گئی ہے۔ لباس جب جسم پر پہنا جاتا ہے۔ تو وہ ہمارے  
جسم سے دوسرے درجہ پر سمجھا جاتا ہے۔ پس مرد اور عورت کو بھی باہمی محبت اور  
شفقت کے بارہ میں آپس میں ایسی ہی زندگی بسر کرنی چاہئے۔ لباس کے ذریعہ انسان  
کی شرم گاہ اور تمام ایسے جسمانی نقائص اور بیماریاں مستور رہتی ہیں۔ جو کہ دوسروں  
سے پوشیدہ رہنی چاہئیں۔ ایسا ہی ہم میں بعض اخلاقی کمزوریاں بھی ہوتی ہیں  
ایسی تمام باتیں عوام کی آنکھوں سے پوشیدہ رہیں تو رہیں۔ لیکن مرد اور عورت  
نکاح ہو چکنے کے بعد ایک دوسرے کے راز اور خفیہ بیماریوں سے پورے واقف ہو  
جاتے ہیں۔ پھر اگرچہ ہم عوام کے خیال میں تمام سوسائٹی سے بالا و برتر ہوں۔ تاہم  
ہماری زندگی میں بعض ایسے بدنما داغ ہوتے ہیں۔ جو عوام کے علم سے ہمیشہ دور  
رہنے چاہئیں۔ یہ پوشیدگی بنی نوع انسان کے لئے مفید بھی ہے۔ اگر ہماری

بیویاں ہماری امداد کے لئے نہ ہوتیں۔ تو اس صورت میں ہمارا انگاپن ہمارے لئے نہایت خطرناک نتائج کا باعث ہوتا۔ اور خانگی اور روحانی زندگی کی سلامتی اور بچاؤ نہایت خطرہ میں ہوتا۔ اس لئے مرد اور عورت کو ایک دوسرے کے عیوب کو ٹھیک اسی طرح چھپائے رکھنا چاہئے۔ جیسا کہ لباس بعض جسمانی نقائص کو ڈھانپ لیتا ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے کپڑوں سے موسمی ضروریات کے وقت بھی ہمیں ہر طرح کا آرام و آسائش نصیب ہوتی ہے۔ موسم سرما اور گرمیوں میں سردی و گرمی کے تاثرات سے محفوظ رکھتے ہیں۔ موسم کی گرمی اور سردی کا مقابلہ انسان کر سکتا ہے۔ لیکن روحانی دکھوں کے وقت جبکہ ہمارے خانگی معاملات اور گھر کی حدود کے اندر سردی اور سرخشیں پیدا ہو جائیں۔ بہت ہی سخت آزمائش اور مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ جس سے تمام صبر و استقلال بالکل کا فوراً ہوجانے ہیں۔ ایسی مصائب کے وقت بیوی یا خاوند ہی دلاسا اور تسکین کا موجب ہو سکتے ہیں۔ پھر لباس کے ذریعہ بدن کو عمدگی۔ خوبصورتی اور زیب و زینت حاصل ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح عورتیں بھی اپنے خاوندوں کے لئے ایسی ہی برکات کا باعث ہیں۔ ۲۰۰۰۰۰ اور ایسا ہی خاوند اپنی عورتوں کے لئے۔ الغرض اس چھوٹی سی پیر معنی آیت کریمہ میں نہایت عمدگی اور خوبصورتی کے ساتھ مرد اور عورت کے ازدواجی تعلقات میں باہمی فرائض اور ذمہ واریوں کے متعلق قرآن کریم نے انسانی وہم و خیال سے بھی بڑھ کر فیصلہ دیا ہے۔

اسلام میں عورتوں کو اپنے حقوق اور مطالبات کے لحاظ سے کسی بے عزتی یا بدبخالی کا شکار نہیں ہونا پڑتا۔

”اپنی عورتوں کے ساتھ رہو۔ اور ان سے حسن سلوک سے پیش آؤ۔ یہ ایک دوسری ہدایت اللہ تعالیٰ کے پاک کلام میں ہے۔ الغرض اگر کوئی چاہے۔ تو قرآن سے اور ایسی ہی متعدد آیات پیش کر سکتا ہے۔ جن میں عورتوں کے حقوق جتلائے گئے ہوں۔ لیکن میں یہاں صرف ایک ہی ایسی آیت کو پیش کر دیتا ہوں

جس سے یہ.... مطلب نہایت عمدہ طور پر پورا ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے دلہن مثل الذی علیہن بالمعروف یعنی اگر تمہارے چند ایک حقوق عورتوں کے ذمہ واجب الادا ہیں۔ تو اسی قدر حقوق عورتوں کے بھی تمہارے ذمہ عاید کئے گئے ہیں۔ اس آئینہ کریمہ نے عورت و مرد کے درمیان مساوات کا درجہ قائم کیا ہے۔ اس لئے ہر ایک مسلمان خاوند کو صنف نازک کے ساتھ برتاؤ کرتے وقت ہمیشہ اس آیت کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ معزز خوانین انخوان! آج ہم مسلمان اور ہمارے دیگر غیر مسلم دوست و مسلمانوں دشمنان المہدی المعروف مشرجان بارنگٹن فشر آف دوکنگ اور ٹاربیٹ کے مشرجان راس کی ناکھڑا لڑکی بشیدہ یا سناگریٹس کی شادی کا اعلان کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو اپنی پوری رضامندی اور بلا کسی جبر و اکراہ کے خاوند اور بیوی بنا نا منظور کرتے ہیں۔ اس شادی کا ہر اسلامی قوانین کے مطابق فریقین کی رضامندی سے پانچو پونڈ جبکہ نصف دو سو پچاس پونڈ ہوتے ہیں۔ مقرر ہوا ہے۔ یہ رقم مشرفشر جہدی یعنی دولہا کے ذمہ شیدہ یعنی دلہن کو اس کے عند الطلب واجب الادا ہوگی اور بشیدہ کا اپنا مال متصور ہوگا۔ جسے وہ اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہے اور جس طرح چاہے۔ خاوند کی کسی دست اندازی یا اس کے ساتھ حصہ نہ کرے بغیر خرچ کر سکتی ہے۔ اس رقم کے ساتھ وہ تمام اموال یا جائیداد وغیرہ بھی دلہن ہی کی ملکیت متصور ہوگی۔ جو مشرفشر نے اسے بطور اپنی بیوی کے دے دی ہوگی اس تقریر کے بعد امام صاحب نے دولہا اور دلہن کو کھڑا ہونے کے لئے کہا۔ اور مفصلہ قبل سوال وجواب امام صاحب اور ان کے درمیان ہوئے۔

امام مشرفشر عثمان المہدی المعروف مشرجان بارنگٹن فشر! کیا آپ جان اس آف ٹاربیٹ آرگٹائمر کی ناکھڑا دختر شیدہ المعروف نارگریٹ راس کو برضا و رغبت خود بغیر کسی جبر و اکراہ کے پانچو پونڈ مہر پر جو رشیدہ کو اس کی خواہش پر اوکرنا ہوگا۔ اور یہ مہر اس کی ذاتی ملکیت ہوگی۔ بطور اپنی بیوی کے قبول کرتے ہیں

عثمان المہدی۔ ہاں میں قبول کرتا ہوں۔

امام۔ رشیدہ یا مس مارگریٹ راس کہیا آپ عثمان المہدی کو پانچویں پندھ مہر پر جو مسٹر فائر کو تمہارے مطالبہ پر تمہیں ادا کرنے ہونگے۔ اور جو کہ تمہاری ذاتی ملکیت ہوگی۔ بطور اپنے خاوند کے قبول کرتی ہو؟

رشیدہ۔ ہاں میں قبول کرتی ہوں۔

اس کے بعد امام نے عثمان المہدی اور رشیدہ کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ میں مسلمان اور غیر مسلموں کے اس مجمع کے سامنے جو کہ تمہاری اس شادی کا گواہ ہے۔ اور یہ امر تمہارے رسم و رواج کے لحاظ سے نہایت ضروری تھا۔ تمہارے نکاح کا اعلان کرتا ہوں۔ خدائے تعالیٰ تم پر اپنی رحمت اور برکت نازل فرمائے اور تمہیں خوشحالی نصیب ہو۔ لیکن تمہارے یہاں سے جانے سے پیشتر میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں۔ اور اس کے لئے اس سے زیادہ بہتر صورت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کہ میں تمہاری اور دیگر حاضرین کی بھلائی کے لئے پیغمبر خدا صلم کے چند ایک پاک کلمات تمہیں سناؤں۔ تم مسلمان ہو۔ اور تم نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے آقائے نام دار کو اپنا رہنما اور پیشوا تسلیم کیا ہے۔ اس لئے اس کے پاک اور مقدس الفاظ تمہاری زندگی میں جو تم اب شروع کرنے والے ہو مشعل راہ ہونے چاہئیں۔ سب سے پہلے میں عثمان المہدی کو اس کے آقا اور استا و صلعم کے مفصلہ ذیل کلمات کی طرف متوجہ کرتا ہوں:-

(۱) عورتیں مردوں کی برابر کی حصہ دار ہیں

(۲) خدائے تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے

پیش آنا چاہئے۔ کیونکہ وہ ہماری مائیں بیٹیاں اور خالائیں ہیں۔ جو لوگ اپنی

بیویوں کو پیٹتے ہیں۔ جو اچھا کام نہیں کرتے اور ٹھیکہ پھینس جلتے۔ وہ شخص

میرے دین سے باہر ہے۔ جو اپنی حرکات سے، اپنی عورت کو بدکاری سکھائے

(۳) عورتوں کے حقوق پاک اور مقدس ہوتے ہیں۔ دیکھو کہ عورتیں کس طرح

سے ان حقوق کو محفوظ رکھتی ہیں۔ جو ان کے ذمہ عائد کئے گئے ہیں۔

(۴) عورت اپنے خاوند کے گھر میں اشرافی کی طرح ہے۔

(۵) اپنی عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکو۔

(۶) تمام دنیا و مافیہا نہایت قیمتی اشیا ہیں۔ لیکن دنیا میں سب سے

زیادہ قیمتی چیز پارسا عورت ہے۔

(۷) ایک مسلمان کو اپنی بیوی کی تحقیر نہیں کرنی چاہئے۔ اور اگر وہ اس کی

کسی برائی سے ناراض ہو۔ تو اس کو اس کی دوسری عمدہ صفت سے خوش

ہو جانا چاہئے۔

(۸) تم میں سے اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے لئے سب سے زیادہ اچھا

وہ شخص ہے۔ جو اپنی بیوی بچوں کے ساتھ نیک سلوک کرے۔ اور میں اپنے

اہل و عیال کے حق میں سب سے اچھا ہوں۔

(۹) اپنی بیوی کو نیک مشورہ دو۔ وہ نیک ہوگی۔ تو... اسے فوراً قبول

کر لیگی۔ اور بیہودہ گفتگو کو ترک کر دو۔ اور اپنی شریف بیویوں کو علاموں کی طرح

مت پٹیو۔

(۱۰) وہ شخص سب سے زیادہ پکا اور تکمیل یافتہ مسلمان ہے۔ جو عمدہ اور

خوش گوار مزاج رکھتا ہو۔ اور تم میں سے سب سے اچھے وہ لوگ ہیں۔ جو اپنی

عورتوں سے حسن سلوک کرتے ہیں۔

(۱۱) پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جب معاویہ نے ان حقوق کی بابت سوال

کیا۔ جو بیوی کے اس کے خاوند کے ذمہ ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ اس کو کھانا دو

جب تم خود روٹی کھاؤ۔ اسے پینے کے لئے کپڑے دو۔ جب تم خود کپڑے پہنوا گئے

منہ پر تھپڑ مارنے اور اسے گالی دینے سے احتراز کرو۔ اور اپنے گھر کے سوائے

اپنی بیوی سے کبھی جدا نہ ہو۔

(۱۲) اپنی بیویوں کے ساتھ بڑاؤ کرتے وقت خدا کا خوف مد نظر رکھو۔ کیونکہ

تحقیق وہ تمہاری مددگار ہیں۔ تم نے خدا کے فرمان سے ان پر قبضہ کیا ہے۔ اور ان کو خدا کے کلام کے تقابلیے لئے جائز ٹھہرایا ہے۔

اس کے بعد رشیدہ کو مخاطب کر کے امام صاحب نے فرمایا۔ کہ تمہیں میں نے ایک یاد دو لفظ تمہارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک کلام سے کہنے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ ایک پارہ سادرت مرد کا سب سے اچھا خزانہ ہے، اور عورت دوسرے کے لئے نمونہ ہے۔ جو تمہیں جب تم انکی طرف رغبت کرو خوش کرتی ہے سو وہ تمہاری ہدایات اور احکام کی تعمیل کرتی ہے۔ اور تمہاری عزت کی نگہداشت رکھتی ہے اور جب تم باہر چلو تو اس حالت میں بھی وہ تمہارا مال ہے۔ اس کے بعد امام صاحب اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ اور مسجد کا محراب شادی کے اقرار نامہ کی دو نقلیں لے آیا جو کہ چمڑے کے کاغذ پر لکھی ہوئی تھیں۔ ان پر دو لہما اور دھن نے مجمع کے سامنے دستخط کیے اور شادی کے مذکورہ بالا گواہوں اور حاضرین میں سے بعض ان پر اپنی تصدیق اور گواہی کی۔ اس اقرار نامہ کی ایک نقل دہلا اور دوسری دہن کو دی گئی۔ جس پر یہ مبارک رسم شادی ختم ہو گئی۔ اور تمام حاضرین مسجد سے اٹھ کر ضیافت پر تشریف لے گئے۔



## لنڈن میں اسلام کا شاندار جلسہ

۱۴ جولائی ۱۹۱۲ء کا جمعہ المبارک اسلامی تحریک اور مسلمانوں نے اجتماع کے لئے ایک نہایت خوشگوار دن تھا۔ جس کو اخبارات اور نمائش کے پروگرام میں "اسلم ڈے" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس دن لنڈن میں سالانہ نمائش تھی۔ اور اسی تقریب پر مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہونا قرار پایا تھا۔ اسے کے تھوڑی دیر بعد کثیر التعداد مسلمان مقررہ ہال میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ یہ جلسہ سلامک سوسائٹی کی سرپرستی میں منعقد ہوا۔ اور اس کا تمام

انتظام مشر جمال شاہ جٹا کارکن سیکرٹری کے ہاتھ میں تھا۔ دوپہر کے ساڑھے ۲ بجے اذان کی آواز نے خاموشی کی مہر کو توڑا۔ اور ہال میں سفید چادریں بکھیر کر نماز جمعہ شروع کر دی گئی۔ مسجد و کنگ کے مشہور و معروف امام جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی نے توحید باری تعالیٰ پر ایک نہایت ہی فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ جس میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اوضاع و اطوار کو بیان کر کے آیت کریمہ ہل کنت الا بشرًا مرسلًا سے آپ کی بشریت ثابت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے نقشہ کو کھینچ کر بتلایا۔ کہ وہ کیسے انسان تھے۔ اور انسانیت کا کیا نمونہ اپنے اندر رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ اگر ہمیں فرشتہ بننے کی خواہش ہے۔ تو ہمارے سامنے ایک فرشتہ بطور نمونہ ہونا چاہئے اور اگر ہم خدا بننا چاہتے ہیں۔ تو ایک خدا یا خدا لباس انسانیت میں ہمارے سامنے ہونا ضروری ہے۔ اس بات پر خواجہ صاحب کے سلسلہ تقریر کو کسی مقرر نے اعتراض کے ذریعہ روکنا چاہا۔ لیکن اسے سمجھا دیا گیا۔ کہ خطبہ اسلامی نماز کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ نہ کہ عام لکچر۔ اور اس لئے اس میں بولنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ ہاں اسے شام کے ۵۔۶ بجے کے درمیان سوالات کا کافی موقع مل سکتا ہے۔ نماز کے بعد تمام لوگ نمائش دیکھنے اور ناشتہ کھانے کے لئے منتشر ہو گئے۔ ساڑھے تین بجے سہ پہر کو قاری سر فراز حسین صاحب دہلوی مبلغ اسلام انگلستان (حال مقیم دہلی) نے فلسفہ اسلام پر ایک دل چسپ تقریر کی۔ خواجہ کمال الدین صاحب کو بحیثیت صدر نشین اس وقت سے رات کے ساڑھے آٹھ بجے تک پریزیڈنٹ کے فرائض ادا کرنے پڑے۔ اور اتنا زیادہ وقت ان کی ٹیکنیک کے لئے بہت کافی تھا۔ ۳ بجے سے مولوی ظفر علی خاں صاحب ایڈیٹر زمیندار کی تقریر شروع ہوئی۔ انہوں نے نہایت قابلیت اور جرأت سے اسلام اور انگلستان کے مضمون میں اس بات کا اظہار کیا۔ کہ سلطنت برطانیہ کی طاقت و عظمت زیادہ تر مسلمانوں کی امداد اور وفاداری پر مبنی ہے۔ جن کا عنصر سلطنت کے

وسیع حلقہ میں سب سے زیادہ ہے۔ انہوں نے بتلایا۔ کہ بعض اوقات بعض سرکاری افسر مسلمانوں کے بارہ میں بہت غلط اندازہ کرتے ہیں۔ اور اس بات کے لئے اپیل کی۔ کہ ہندوستانی اخبارات کو جاہز مکنتہ چینی کا حق ملنا چاہئے۔ اکثر لوگ جن کی وفاداری میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں۔ صرف اس امر کے غلط طور پر سمجھنے کی وجہ سے کہ وہ اسلام کے مخالفین کو دندان شکن جواب دیتے تھے۔ بہت دکھوں اور تکالیف میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ پونے چار بجے تمام لوگ نماز عصر میں شریک ہوئے۔ یہ نماز ایک انگریز نو مسلم امام کی وجہ سے بہت ہی خوشگوار ہو گئی تھی۔ جس کے اختتام پر صدر جلسہ نے ایک بر محل تقریر میں بیان کیا کہ اسلام کسی سپری مریدی کے معاملات سے تعلق نہیں رکھتا۔ نہ ہی اسے پادریانہ حیثیات سے کوئی واسطہ ہے۔ ہر ایک مسلمان اپنا رہبر آپ ہے اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں۔ ایسا ہی ہر ایک متقی مسلمان بغیر کسی مقررہ عمدہ پر مامور ہونے کے نماز میں دوسرے مسلمان کا امام ہو سکتا ہے۔ اسلام ایک دستور العمل ہے۔ نہ کہ ایک فرضی قاعدہ اور مذہب میں اس جمہوریت کے عملی ثبوت کے لئے میں نے مسٹر خالد شیلڈرک کو امام ہونے اور نماز پڑھانے کے لئے کہا تھا مسٹر شیلڈرک کے اقتدا میں بہت بڑا مجمع تھا۔ اور نمازیوں کی صفوں میں بہت سے انگریز دکھائی دے رہے تھے۔ اس کے بعد تھوڑے سے وقفہ میں گول کو سوالات کی اجازت دی گئی۔ جن کے جوابات خواجہ کمال الدین صاحب نے اسی وقت دیئے۔ خطبہ جمعہ کے وقت جس مقرر نے کچھ کہنا چاہا تھا۔ وہ اس وقت بہت سوالات سوچ کر آیا۔ جن کو جناب خواجہ صاحب نے نہایت تحمل اور سکون سے سنا اور جواب دیا۔ سائل نے بعض باتوں کا اقبال بھی کیا۔ اُس نے بتلایا کہ میں ایک عیسائی ہوں۔ اور تثلیث کا قابل۔ مجھے یسوع کی الوہیت پر ایمان ہے۔ لیکن اُس نے کہا کہ میں ایک منٹ کے لئے بھی اس بات کو قبول نہیں کر سکتا۔ کہ عیسائیت نے علوم جدیدہ کی تفتیش و جستجو کا حکم دیا ہے۔ لیکن

میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اسلام نے تعلیم و تربیت کی نہایت میں کیا کچھ کہا ہے متعرض کو صاحب صدر جلسہ اور مولوی ظفر علی خاں صاحب دونوں نے قرآن کریم کی ان آیات کے حوالہ سے جن میں ان کے پڑھنے والوں کو علمی تحقیقات کے لئے ابھارا گیا ہے۔ جواب دیجئے۔ اور اس شان دار تہذیب کا تذکرہ کیا۔ جو اسلامی حکومت میں میسر آسکتی ہے۔ اور اُس وقت جبکہ یورپ جہاں عیسائیت کی ہی حکمرانی تھی۔ نہایت سخت جمالت میں مبتلا تھا۔ مشرقی خلفاء کی اسلامی تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے ترقی پذیر ہوئی۔ اس موقع پر ایک شخص نے اٹھ کر نہایت جوش و خروش سے پوچھا شروع کیا۔ اور ایک شور و غل سا بپا کر دیا۔ اُس نے کہا۔ کہ اس ملک میں تمہیں آکر کیسی جرات پیدا ہو گئی۔ کہ تم یہاں کے موجودہ مذہب کو تہ و بالا کرنے میں کوشاں ہو۔ اس نے بیان کیا۔ کہ میں عیسائی ہوں اور میں اپنے مذہب کی..... مدافعت کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ تمام دوسری اطراف سے بھی ایسی ہی مخالفانہ آوازیں بلند ہوئیں۔ جن کے شور و غل کی وجہ سے جلسہ کی کارروائی میں خلل واقع ہو گیا۔ اور متفرق کی جو شمیلی طبیعت کو اکثروں سے سخت اور تڑپاں الفاظ سننے پڑے۔ لیکن صاحب نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے لکچرار کو یہ جواب دینے کو کہا۔ کہ خود متفرق نے یہاں تھیں رینٹن رینٹنوں۔ سپرینٹنڈنٹوں۔ اور یونیورسٹیوں (موصدین) وغیرہ وغیرہ نے اس شہر کے مذہب کو اگر اس سے مراد عیسائیت ہے) تہ و بالا کر رکھا ہے ازاں بعد ایک انگریز مسلمان مشرّفہ کریم پور سے تشریف فرما تھے۔ نہایت خوبصورت اور برجستہ الفاظ میں اس بات کی اپیل کی۔ کہ مسلمانوں کی نماز پڑھنی اغزاز و اکرام کو مد نظر رکھنا چاہئے۔ انہوں نے بتلایا۔ کہ بہت لوگ جو اسی خدا کے پرستار ہیں۔ جس کے آگے مسلمان سر جھکانے ہیں۔ جب وہ مسلمانوں کو حضور و خورش سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ تو وہ سنتے۔ اور نمازیوں پر مذاق کرتے ہیں۔ لیکن وہ یاد رکھیں۔ کہ وہ اپنی ناجائز حرکت سے مسلمانوں کو مورد

تضحیک نہیں بناتے۔ بلکہ وہ اس خدا کیساتھ استہکرتے ہیں۔ جس کی پرستش کے وہ اسلام کے ساتھ مشترک طور پر دعویٰ دیا رہیں۔ مسٹر مچل کریشبری کی اس تقریر پر فریق مخالف کے خاص الخاص مقرر کو فی الفور اعتراض کا موقع ملا۔ اور اس نے کہا۔ کہ آخری تقریر بالکل بے محل اور غیر ضروری تھی۔ کیونکہ کسی عیسائی نے کبھی بھی کسی مسلمان نمازی کے ساتھ تمسخر نہیں کیا۔ اور اگر کوئی ایسا کرتا بھی۔ تو جسے پہلے وہ خود اسے شرمندہ کرنے کو موجود تھا۔ اس وجہ سے اس نے اس تقریر کو غلط بیان کر کے اس پر اظہار ناراضگی کیا۔ مسٹر کریشبری نے اسی وقت جواب دیا کہ عصر کی نمازیں اگر مقرر اپنے ارد گرد دیکھتا۔ تو اسے اکثر حاضرین کے چہرے پر مسکراہٹ اور ہنسی نظر آتی۔ اور اس طرح سے میرا یہ کہنا سچا ثابت ہو جاتا۔ مسٹر ظفر علی خاں صاحب نے بھی اس بارہ میں ایسی ہی شہادت دی۔ ان ناگوار مباحثات پر جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنی شریفانہ مسکراہٹ اور زیرکانہ انداز سے فریقین کو ٹھنڈا کیا۔ اور دوبارہ امن قائم کر کے مقررین کے تمام سوالات کا تسلی بخش اور قابل کر دینے والے سپردہ میں جواب دیا جس کے بعد مسٹر فتح محمد سیال نے اسلام پر ایک مضمون سنایا۔ اور کچھ دیر تقریر کی اس دوران میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب کچھ ناشتہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ اور ان کی جگہ قاری سرفراز حسین صاحب بنی اے نے جو اس سے پہلے سہ پہر کے وقت تفسیر کر چکے تھے۔ صدر نشین ہو گئے۔ اس کے بعد مسٹر خالد شیلڈرک کا وقت تھا۔ جن کی نسبت جناب خواجہ صاحب نے دیکھنا کہ وہ اس وقت تشریف لے آئے تھے۔ کہا۔ کہ حاضرین ان سے بخوبی واقف ہیں۔ اس لئے ان کا تعارف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مسٹر خالد شیلڈرک نے اس مضمون پر نہایت زبردست تقریر کی۔ کہ میں نے اسلام کیوں قبول کیا۔ ہم اس شان والے لیکچر کا یہاں خلاصہ دیکر اس کا سنیا ناس نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ اسے اگلی اشاعت میں ناظرین کی دل چسپی کے لئے تمام وکمال شائع کر دیا جائے گا۔

اس کے بعد کاپروگرام ذیل کے اصحاب پر مشتمل تھا: میسٹر شیر حسین صاحب قدوائی سابق آنریری سکریٹری بین الاقوامی سوسائٹی نے یورپ میں اسلام کی ضرورت پر تقریر کی۔ ڈاکٹر سعدی بے آف قسطنطنیہ نے اسلام اویروں صدی پر لیکچر دیا۔ اور جناب مولانا مولوی صدر الدین صاحب بی اے پی ٹی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا ایک وزق سنایا۔ اور بعد ازاں ساڑھے آٹھ بجے نمازِ مغرب ادا کی گئی۔

نماز کے بعد جناب صدر حضرت خواجہ کمال الدین کے شکریہ کا ووٹ پاس کیا گیا۔ اور جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔ جناب خواجہ صاحب نے نہایت قابلیت سے اس قدر عرصہ تک ان دشوار حالات میں صدر نشین کے فرائض انجام دیئے۔ اور ان کی مہربانانہ مسکراہٹ سب کے شکریہ کا جواب تھی۔

ایڈیٹور کے دلچ

## رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ

رسول کریم کے وقت میں قبیلہ بنو خزاعہ کا مسلمانوں کے ساتھ اتحاد تھا۔ اور بنو بکر قریش کے ساتھ متحد تھے۔ چنانچہ موخر الذکر قبیلہ نے قریش کے چند افراد کی امداد سے اول الذکر گروہ پر چڑھائی کی۔ جس سے اس مقابلہ میں متعدد اشخاص قتل ہوئے۔ بنو خزاعہ نے جو کہ اپنے عہد نامہ کی زور سے فی الحقیقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر حفاظت تھے۔ اس امن و امان کے زمانہ میں جبکہ مخاصمین عہد نامہ جدید پر کاربند تھے۔ دکھ دینے جانے پر آپ سے چارہ سازی کی درخواست کی جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فوجوں کے اجتماع کا حکم دیا۔ اور بہت تھوڑے وقت میں دس ہزار آدمی آپ کے جھنڈے کے نیچے آ جمع ہوئے۔ رسول کریم صلعم نے اس موقع پر مکہ والوں کی آٹے دن کی سازشوں اور بندشوں کا خاتمہ کر دینا چاہا۔ یہ ہم جنوری ۳۱۳ء میں روانہ ہوئی

انور۔ درحقیقت بغیر مقابلہ اور مدافعت کے مکہ میں داخل ہو گئیں۔ کیونکہ باشندگان مکہ رسول کریم کے خلاف میدان جنگ میں فوج لانے کے ناقابل تھے۔ خالد رضی اللہ عنہ کی افواج کو صفوان بن امیہ عکرمہ بن ابو جہل اور سہیل ابن عمر سے جو کہ اسلام کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھے۔ تھوڑا سا مقابلہ پیش آیا۔ ان مدافعیین کو بہت تھوڑے لوگوں نے امداد دی۔ اور لڑائی عمل ختم ہو گئی۔ اور سلمان شہر میں فتح مندی سے داخل ہوئے۔ یہ کیا ہی حیرت انگیز فتح اور تاریخ عالم میں ایک فیصلہ کن ہنگامہ تھا۔ جو شہر سالہا سال سے بت پرستی کا مرکز اور جائے پناہ اور اسلام کا دشمن رہ چکا تھا۔ وہ بغیر کسی قسم کی کوشش کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ بت پرستوں کی شجاعت مسلمانوں کی ٹرائل کے سامنے پچھڑ گئی۔ مدت ہائے دراز سے بت پرستی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مشن کے مقابلہ پر لڑی ہوئی تھی۔ اس نے آپ اور آپ کے پیروؤں کو بہت ایذا میں دی تھیں۔ آپ کو ذلیل رسوا کیا گیا۔ پتھر آپ پر پھینکے گئے۔ اور بالآخر شہر بدر کر کے آوارہ و سرگردان کر دیا گیا تھا اس نے آپ کے خلاف سازشیں کیں۔ اور آپ کو مغلوب کرنے اور قتل کرنے کے لئے سام پیر لگائے ہوئے اوزار اور زرہ بکتر سے مسلح سوار اور پیادہ سپاہی میدان جنگ میں روانہ کئے تھے۔ لیکن اب وہ اسی پیغمبر صلعم کے قدموں میں لوٹ رہی ہے۔ اور اس سے اس رحم کی طلب گار ہے۔ جو اسے آپ پر پتھرنے سے نکار کر دیا تھا اس کا آپ نے اس کو کیا بدلہ دیا۔ ہاں وہ کیا سلوک تھا۔ جو آپ نے اپنی اس فتح عروج اور فیروزندی کے وقت میں اپنی تذلیل و تضحیک کرنے والوں اور برچھپیوں اور کمانوں سے آپ پر حملہ آور ہونے والوں کے ساتھ کیا۔ وہ یہی تھا کہ آپ نے ان سب کو جوئی خاطر لائٹنر بیک علیکم ایوم کے چھوٹے سے جملہ میں معافی کا حکم سنا دیا۔ اور کسی ایک گناہ کی معافی نہیں دی۔ بلکہ ان کی ہر ایک دست درازی۔ ہر ایک بدکرداری اور آسانی اور دکھ ہی کو بالکل معاف کر دیا۔ خدائے تعالیٰ آپ پر بہت رحم فرمائے۔

تھا۔ اور آپ پر اپنی رحمانیت کے فیضان کا نزول فرماتا تھا۔ اسی طرح آپ نے بھی خدائے تعالیٰ کے مرسل ہونے کی وجہ سے اپنے دشمنوں پر جواب آپ سے معافی اور فیضِ سانی کے طلب گار تھے۔ رحم کھایا اور انہیں بخش دیا۔ اس سے زیادہ عالیٰ حوصلگی کا کام نہ کبھی ہوا ہے اور نہ تاریخ نے کبھی دوسرے کسی انسان کی نسبت بطور مثال بیان ہی کیا ہے۔ جہاں از روئے انصاف آپ اپنے مخالفین کو سخت سے سخت سزا میں دے سکتے تھے۔ وہیں آپ نے ان کے ساتھ نہایت شریفانہ برتاؤ کیا۔ اور انہیں معاف کر دیا۔

لیکن انسانوں کے ساتھ بتوں کی خیر نہیں سچی۔ مسلمانوں نے کعبہ سے بت پرستی کا نام و نشان تک اڑا دینے کی ایسی کوشش کی جیسے کہ ہرقل کی نسبت یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اس نے شاہ آجیا کے اصطبلوں کو صاف کرنے کا کام سرانجام دیا تھا۔ مشرکین کے سب سے بڑے خدا سب اور اس کے گردا گرد کے ۳۶۰ چھوٹے چھوٹے بت توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیئے گئے۔ ان سب کی طاقت اور عزت و عظمت ہمیشہ کے لئے نائل ہو گئی۔ یہ مقدس گھر باپ کر دیا گیا۔ اور بالکل اس قابل بنا دیا گیا۔ کہ اس میں ہر ایک مسلمان اپنی روزانہ ریاضتوں اور عبادات کے لئے وہاں پہنچے یا اپنے زمانہ میں اس کی زیارت سے مشرف ہو سکے۔ وہ اسلام کی مملکت اور دارالسلطنت ٹھہرایا گیا۔ اور حاجیوں کے لئے ایک مستقل جائے عبادت قرار پایا۔

الغرض یہ ہم تکمیل کو پہنچ گئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو جمع

ہو کر ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو تاریخ میں اس طرح مذکور ہے۔ کہ کسی زمانہ میں ایک بادشاہ آجیا نام ہٹوا کرنا تھا۔ وہ ایسے پر حکمرانی کرتا تھا اور بہت سے عصبیل تھے۔ جو کبھی بھی صاف نہ ہوئے تھے اور اس لئے ہر ملک آجیا کے ریٹروں میں سے نصف دے دینے کے وعدہ پر انکی صفائی پر مامور کیا گیا مگر بعد بادشاہ کسی وجہ سے اس سے بدظن ہو گیا۔ اور اسکے ساتھ وعدہ خلافی کی جبراً اس نے علم بغاوت بلند کر کے اسکی مملکت کو فتح کر لیا اور اسے قتل کر کے اسکے بیٹے نیلیس کو بادشاہ بنا دیا اور اس وقت ہرقل کے طوطوں کو صاف کرنے کی بات بطور ضربہ اٹل زبان زو غلانی ہے۔ - - - - -

کر کے انہیں اس طرح سے وعظ کرنا شروع کیا۔ جیسے ایک باپ اپنے بچوں کو نصیحت کرتا ہے۔ آپ نے انہیں چوری اور دُشمن کشی۔ دغا و فریب سے بچنے کی اور جھوٹ بولنے سے منع کیا۔ اور بُرے اذکار و خصوصاً عورتوں کی سزا چھوڑ دینے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود نہ بنانے کا حکم دیا۔ آپ نے انہیں مسلمان ہو جانے کے لئے مجبور نہیں کیا۔ کیونکہ آپ مذہب کے بارہ میں کسی کو مجبور کرنے کے لئے مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ آپ کا کام صرف تبلیغ دین کرنا تھا اور بس۔ مگر آپ نے وہاں چند واعظین مقرر کر دیئے۔ تاکہ مشرکین تک ان سے مذہبِ اسلام کی خوبیوں کو سنیں۔ اور اپنے فہم و ادراک سے کام لیں۔ اور اس طرح سے کہ میں باقاعدہ انتظام کر کے واپس مدینہ تشریف لے گئے کیونکہ اسی شہر میں آپ کو بوقتِ ضرورت پناہ ملی تھی۔ اور اس لئے آپ اسے ہرگز چھوڑنا نہ چاہتے تھے۔

اس کے بعد اطرافِ بک کے مختلف حصوں میں آپ نے اپنے پیروؤں کو بدیںِ غرض بھیج دیا۔ کہ وہ صحرائی قبائل کو خدائے واحد کی تلقین کریں اور انہیں اس کی پاک تعلیم کو قبول کرنے اور اس کے شرائع اور قوانین پر کاربند ہونے کی نصیحت کریں۔

ہوازن اور بنی ثقیف کے بڑے بڑے قبائل نے آپ کو نباہ کرنے کے لئے آپس میں مل کر کئی تجاویز کاٹھیں۔ چنانچہ واہیئے خین میں مسلمانوں اور ان دونوں قبائل کے درمیان جنگ شروع ہوئی۔ مگر بہت سخت خونریز لڑائی کے بعد دشمنوں کی متحدہ افواج مسلمانوں کے مقابلہ سے جو کہ اس مدافعت کے وقت شمار میں پہلی دفعہ دشمن سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ بھاگ نکلیں بنی ثقیف کا شہر طائف بہت مستحکم تھا اور مسلمانوں کے حملوں سے اس کا فتح ہونا مشکل تھا۔ اس لئے حضورؐ سے محاصرہ کے بعد وہ پیچھے ہٹ گئے۔ اور مکہ ان کے قبضہ میں بحال رہا۔ طائف کی حواگی اور وہاں سے مسلمانوں کا

ہاتھ اٹھا۔ صرف ایک وقتی بات تھی۔

سال ۳۰ھ کو اس کی اس خصوصیت کی وجہ سے کہ اس سال عرب کے تمام علاقہ جات سے مختلف قبائل مسلمانوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق کے عہد و پیمانہ کرنے۔ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اظہارِ متابعت کے لئے کثیر الفخار وفد مدینہ پہنچے۔ سال وفود کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس سے اگلے سال بھی بہت سے وفد مدینہ میں آتے رہے۔ ان اطاعت گزاروں میں حمیر بادشاہان یمن، حمیرہ اور عمان اور قبائل یامامہ اور ان کے بعد

بنو عدیل، بنو زینبہ اور بنو حنیفہ اور بہت سے دیگر قبائل اپنی اہمیت اور بڑائی کی وجہ سے خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ۳۰ھ میں طائف بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہو گیا۔ اس طرح سے عرب کا بہت سا علاقہ آپ کے زیر فرمان ہو گیا۔ اور آپ کے مبلغین دنیا کے چبوتے پر آپ کی پاک تعلیم کی اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ اب اگرچہ یہ قبائل آنحضرت صلعم کی حکمرانی کو تسلیم کر کے آپ کے مذہب سے کسی قدر مانوس ہو گئے تھے۔ لیکن اس سے یہ فرض نہیں کر لینا چاہئے۔ کہ یہ تمام لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ وہ لوگ جن کو آپ کے مشن کی سچائی پر یقین کامل ہو چکا تھا آہستہ آہستہ دین اسلام میں داخل رہے تھے۔ اور باقی ماندہ اپنے وقت پر اسلام قبول کرنے والے تھے۔ حج کے موقع پر مسلمان اور مشرکین کے ملے جلے ہونے سے جبکہ ہر ایک اپنے اپنے اعتقاد کے مطابق طریق عبادت بجالا رہا تھا۔ ایک گڑبڑ سی واقع ہو گئی بہت سے مکروہ افعال اور ذلیل حرکات اسلام کے پاکیزہ اصول کی پابندی کے ساتھ دیکھنے میں آئے۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام مشرک آلود عبادات کو اڑا دینے کا ارادہ کیا۔ اور مارچ ۳۱ھ کو حج کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ذریعہ یہ اعلان کر دیا گیا۔ کہ

”آئینہ کوئی بت پرست حج کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ اور کوئی کعبہ کی چار دیواری کو

ننگا کرنا نہ پائے گا“

اگلے سال آپ نے ہدات خود حج کرانے کا ارادہ کیا۔ اب آپ بہت متعمر ہو گئے تھے۔ اور جانتے تھے۔ کہ آپ کا کام قریب بہ اختتام ہے۔ اس لئے غالباً آپ نے آخری مرتبہ اس بات کو بہت خود دیکھنا چاہا۔ کہ رسوم حج نہایت سادگی خلوص اور خوبصورتی سے ادا کی جاتی ہیں۔ آپ ۳۲ فروری ۱۳۲۶ء کو ایک لاکھ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ۷ مارچ کو آپ نے کوہ اراٹ کی چوٹی پر ایک نہایت دلآویز اور موثر خطبہ پڑھا۔ جس کے چند ایک فقرات اس خطبہ کے موضوع بتانے کے لئے میں ذیل میں لکھ دیتا ہوں:-

”تمہاری زندگیاں اور مال و اسباب ایک دوسرے کے درمیان آخرت تک کھسپاک اور

بے زوال ہیں“

”لوگو! تمہاری بیویوں پر تمہارے حقوق ہیں۔ اور تمہاری بیویوں کے تم پر“  
”اپنی عورتوں سے عمدہ برتاؤ کرو۔ تحقیق تم نے انہیں خدا کے فرمان سے حاصل کیا ہے۔ اور ان کے وجود و نگو خدا کے کلام کی رو سے اپنے لئے جائز ٹھہرایا ہے“

”قرضدار کو صرف اصل روپیہ ہی ادا کرنا چاہیے۔ نہ کہ سود بھی“

”ہرج سے خون کا انتقام جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔ بند کیا جاتا ہے۔ اور تمام جھگڑا و فساد اور خونریزیوں موقوف کی جاتی ہیں“

”جان لو کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور تم ایک بھائی چارہ کے زنتہ میں

منضبط ہو“

”اپنے آپ کو بے انصافی کرنے سے بچاؤ۔

جب یہ خطبہ ختم ہونے والا تھا۔ تو آپ نے اپنی آواز کو اونچا کیا اور چلا کر کہا۔

بلا۔ میرے پاس میور کی کتاب میں مارچ ۱۳۲۶ء کی تاریخ لکھی ہے۔ جو غالباً ۱۳۲۶ء کی بجائے ۱۳۲۵ء کی

غلطی سے چھپ گئی ہے۔ ۷ میور کے نزدیک اس سے تین دن بعد

”فدا دندا! میں نے نیرا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اور میرا کام مکمل ہو چکا ہے،“  
 آپ کا یہ کہنا تھا۔ کہ تمام مجمع پکار اٹھا۔  
 ”ہاں بے شک آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے“  
 آپ پھر چلے آئے۔ کہ :-

”وہا! میں پھر تجھے پکار کر کہتا ہوں۔ کہ تو اس کا گواہ رہیو۔“

عباداتِ حج کے ادا کر چکنے کے بعد آپ مدینہ کو واپس چلے آئے۔ آپ کا پیغام بیشک دنیا کو پہنچ چکا تھا۔ اور اس لئے آپ کا کام مکمل ہو گیا تھا۔ آپ کا مکہ سے رخصت ہونا اسے آخری مرتبہ خیر آباد کہنا تھا۔ کیونکہ آپ نے پھر اسے دیکھنا نہ تھا۔ اس کے بعد چند ماہ تک آپ زندہ رہے۔ اور آخر تک اپنے مشن کا کام کرتے رہے۔ آپ نے اس حالت میں بھی جبکہ آپ مہلک بیماری میں مبتلا تھے۔ مسجد میں تشریف لاکر تمام حاضر و غائب مسلمانوں کے لئے دعائیں کیں۔ اور انہیں آرام اور خوشحالی کی زندگی بسر کرنے۔ مذہبی فرائض کو پوری مستعدی اور انصاف سے ادا کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے وہاں چلے۔ اور ۸ جون ۳۲ء کو پیر کے دن دوپہر کے وقت آپ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔

آپ کا مفوضہ کاغذ ختم ہو چکا تھا۔ اور آپ کی دنیا میں تشریف آوری کی اغراض پوری ہو چکی تھیں۔ اپنی شان دار فیاضی اور لائق و مناسب منکسر المزاجی کی وجہ سے آپ ہر دلعزیز تھے۔ آپ کے ہونٹوں پر ہمیشہ مسکراہٹ رہا کرتی تھی۔ آپ کی سیاہ پھمیلی آنکھوں سے رحم دلی کی شعاعیں نکلتی تھیں۔ اور آپ کے رویہ سے ہر حال میں شرافت خود بخود ٹپکتی تھی۔ جوش دکھانے کے موقع پر آپ جوشیلے اور منصفانہ سختی اور درشتی کے مناسب موقع پر آپ بہت دلیل اور بہادر تھے۔ ہدی اور غلطی کے مقابلہ میں آپ پتھر کی طرح روک بن جاتے تھے۔ اور رحم کے موقع پر آپ بہت رحم دل تھے۔ اپنے زبردست استقلال بہلوری

اور زہد و ریاضت سے آپ نے عرب کے خیالات اور رسوم کو بالکل بدل دیا اور تاریخ عالم کو ایک نئے سانچے میں ڈھالا۔

بیئۃ النبی یعنی سونے کی ایک بٹی پھیل گئی، اور کوہ حرا پر تہذیب اور علم و عظمت کے الفاظ پائی کی طرح بہ نکلے۔ اور لہرائی ہوئی جھنڈیوں کے ساتھ شجاعت اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور اس اعزازی کے جاگ اٹھنے سے اندھیرا نازل ہو گیا۔ صبح کے ستارے نے دنیا پھینچی یعنی روشنی ڈالی۔ اور مغربی جزیرے مشرقی نور سے روشن ہو گئے۔ مکہ آفتاب کے طلوع ہونے کی جگہ قرار پایا۔ جگہ بہ جگہ اعلان کیا گیا۔ اور فتوحات حاصل ہوئیں۔ دریائے انڈس کے ساحل پر سے لے کر خوشحال انڈس تک علم کی شمع مشرق اور مغرب میں جل اٹھی۔ صرف مسلم سکول مسجد اور ہال ہیں مدلل اور عقول آواز نے ہر ایک لٹکار کا جواب دیا۔

اللہ تعالیٰ کا رحم اور برکات آپ کے ساتھ ہوں۔ آمین یا رب العالمین!  
آپ کی زندگی کے اہم واقعات کا تاریخ وار جدول

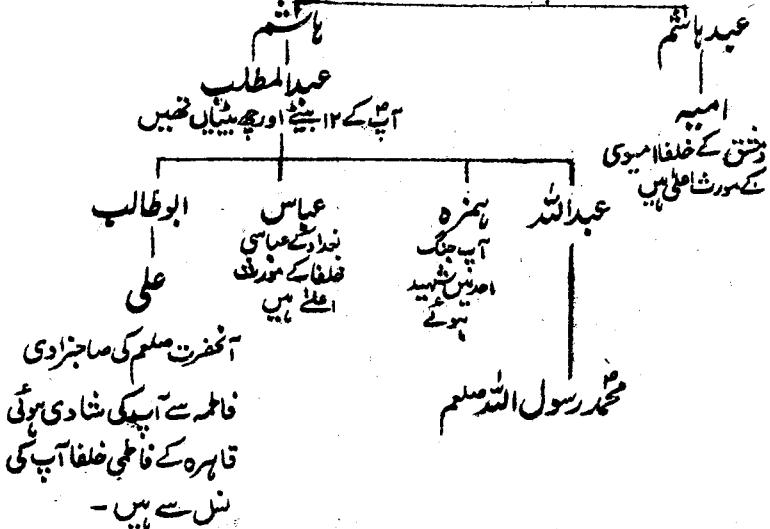
سن ہجری	سن عیسوی	واقعات زندگی
	۵۷۰	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش۔
	۵۷۹	آپ کے دادا عبدالمطلب کی وفات۔
	۵۹۰	خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کی شادی۔
	۶۱۰	بیئۃ القدر۔ یا آپ کی بعثت
	۶۱۳	رسالت کا کام نہایت مستعدی سے شروع کیا گیا۔
	۶۱۵	پہلی ہجرت حبشہ کو۔
	۶۱۶-۸	آپ کیساتھ تین دین بند کر دیا گیا اور قازانی حد بندی سے باہر کر دیا گیا
	۶۲۰	خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابوطالب کی وفات
	۶۲۱	عقبہ پہلی بیعت

عقبہ کی دوسری بیعت	۶۲۲	۵
آپ کی ہجرت اور مدینہ کو دارالقرار بنانا۔	۶۲۲-۳	۱
جنگ بدر۔	۶۲۳-۴	۲
جنگ احد۔	۶۲۴-۵	۳
بنو نضیر کی جلا وطنی۔	۶۲۵-۶	۴
بنو قریظہ کا اخراج اور جنگ خندق۔	۶۲۶-۷	۵
صلح حدیبیہ۔	۶۲۶-۸	۶
عیسیر کی فتح جنگ موتہ۔	۶۲۸-۹	۷
فتح مکہ۔	۶۲۹-۳۰	۸
سال وفود۔	۶۳۰-۱	۹
الوداعی حج اور وفات	۶۳۱-۲	۱۰

## آپ کا شجرہ نسب

قریش

عبدمناف



## دین محمدی

دارجی ڈبلیو لٹینر۔ ایل ایل ڈی ایم اے پی۔ ایچ ڈی۔ ڈی او ایل  
سابق پرنسپل اور ٹیبل کالج لاہور

دین محمدی کے متعلق میری خاص واقفیت ۱۹۷۷ء میں قسطنطنیہ کی ایک مسجد کے مدرسہ سے شروع ہوئی تھی۔ جہاں میں نے قرآن کریم کا بہت زیادہ حصہ حفظ کر لیا تھا۔ میں ترکی، ہندوستان اور ایسے ہی دیگر ممالک میں مختلف طبقات اور فرقوں کے مسلمانوں میں رہا ہوں۔ اور میں نے زبانِ عربی کی بھی جس میں مسلمانوں کی کتب مقدسہ لکھی ہوئی ہیں تحصیل کی ہے۔ مجھے اس بات کو فی الفور ظاہر کر دینا چاہئے۔ کہ زبانِ عربی کا علم حاصل کئے بغیر کسی مسلمان کے دل پر قابو پالینا ایک ناممکن امر ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی کہوں گا۔ کہ نرے علم سے زیادہ بہتر شے ہمدردی اور نیک نیتی ہے۔ ہمدردی علم کے معنوں کے لئے بطور کلید ہے۔ اور اس لفظ سے علم کے جسم میں روح پڑ جاتی ہے۔ ورنہ اس کے بغیر وہ مردہ ہڈیوں کے سوائے اور کچھ بھی نہیں رہتا۔

میرے پاس کئی ایک ایسے محققین کی مثالیں موجود ہیں۔ کہ جنہوں نے ہمدردی سے عاری ہونے کے باعث دین محمدی کا اندازہ بہت ہی غلط کیا ہے۔ انہی لوگوں میں سے ایک سرولیم میور بھی ہے۔ جس نے اس مذہب کو سمجھنے میں بہت ہی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے۔

مگر اب ہمیں امید کرنی چاہئے۔ کہ وہ ہمدردی جو سب مذاہب میں موجود ہونی چاہئے۔ موجودہ حالات میں پیدا ہو جائیگی۔

ہر برٹ سپنسر کا قول ہے۔ کہ ہم جس طرح سچائی کو غلبہ دے دینا چاہتے ہیں۔ اتنے ہی ہم اس بات کو جاننے کے بھی خواہش مند ہو جائیں گے۔

سہ ماہیہ لیکچر کا ترجمہ ہے ڈاکٹر لٹیر صاحب نے سوئٹھ بیس انسٹیٹیوٹ میں مذاہب عالم کے متوالوں کے سلسلہ میں بیان کیا تھا۔

کہ وہ کیا چیز ہے۔ جو ہمارے دشمنوں کو سوچ سمجھ کر قدم دہرنے پر آمادہ کرتی ہے اس عظیم الشان مذہب کی بابت جس پر آج ہمیں کچھ بیان کرنا ہے۔ میں نے ”دین محمدی“ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تاکہ اس لفظ سے یہ مضمون ان اعتقادات تک محدود ہو جائے۔ جن پر آج کل مسلمانوں کا ایمان ہے۔ اگر میں اس مضمون کا عنوان اس سے بہتر الفاظ میں ”اسلام“ رکھتا۔ جس کے معنی خدا تعالیٰ کے سامنے بلا چون و چرا اپنی گردن کو رکھ دینے کے ہیں۔ تو مجھے اس مضمون کو زیادہ وسیع طور پر بیان کرنا پڑتا۔ جس کے لئے ایک گھنٹہ کا وقفہ بالکل نا کافی ہے۔

”دین محمدی“ رسول اکرم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنا کر وہ مذہب نہیں۔ کیونکہ آپ اپنے متقدمین عیسائیوں اور یہودیوں کے مذہب کو ہی اسلام کی شکل میں جمع کر کے پیش کرنے کے دعویدار تھے۔ اور اسلام کو جس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا۔ وہ ایک مکمل اور مستحکم صورت تھی۔

### خدا کے احکام کی پیروی اسلام کا ایک دستور العمل ہے

خدا تعالیٰ کے احکام کی پیروی۔ ہماری روزانہ زندگی میں خدا تعالیٰ کی معیت دنا کہ ہم اس سے ایسا امن و آرام حاصل کر سکیں۔ جو ہمارے فہم و دواک سے بھی بالاتر ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے سامنے جھک جانا۔ اس سب پر ہم بھی نجات کے حصول کے لئے ایمان رکھتے ہیں۔ مگر دین محمدی میں اس ایمان کو عمل کے لفظ سے بدل دیا جاتا ہے۔ اور یہ بات اس مذہب کا گویا بنیادی پتھر ہے دین محمدی ایک اعتبار سے یہودیت یا عیسائیت سے ملنا جلتا ہے لیکن ایک لحاظ سے ان دونوں مذاہب سے متغایر بھی ہے۔ خدا تعالیٰ کے احکام کی پیروی۔ خدا تعالیٰ کا ہماری تمام حرکات و سکنات کے وقت حاضر و ناظر ہونا۔ یہ تمام باتیں ان دونوں مذاہب کے انبیاء علیہم السلام نے بھی سکھائی ہیں اور اس لحاظ سے وہ تمام محمدی بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ مسلم یعنی دین اسلام کے

مبلغ تھے۔

## آنحضرت صلعم پر وحی کا نزول ہوتا تھا

میں جہاں تک یہودیت یا عیسائیت کی واقفیت رکھنا ہوں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم کردہ مذہب ان دونوں مذاہب کی نرمی نقل یا ان کا انتخاب ہی نہیں۔ بلکہ اگر اس سرچشمہ ہدایت کی طرف سے وحی الہام کا نزول ہو سکتا ہے۔ تو یہ مذہب بھی وحی کے نزول کا نتیجہ ہے۔ میں نہایت عاجزانہ طور پر اس بات کے انہماک کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ اگر جان نثاری۔ مفاسد میں یا تباہی کسی کے مشن پر نچتے ایمان غلطی یا غلط کاری کی ایک عجیب و غریب معرفت اور اس کے دور کرنے کے لئے نہایت اعلیٰ اسباب کا احساس اور ان کا اتہال وحی و اندام نہایت کھلے کھلے اور ظاہری نشانات ہیں۔ نوجوان لینا چاہئے۔ کہ محمد مصطفیٰ صلعم کا کام بھی وحی و الہام کا نتیجہ تھا۔ یہودیت کا جو حصہ آنحضرت صلعم کو پسندیدہ تھا۔ وہ وہ تھا۔ جو توریت کی شرح مسورائیں بیان کیا گیا ہے اور وہ ایک دوسری شرح مرکباہ سے بالکل الگ ہے۔ اور بدھ مذہب یا سکند کی ملاوٹوں سے بالکل پاک ہے۔

ایسا ہی عیسائیت کے بھی جس حصہ کو آپ پاک و صاف کر دینا چاہتے تھے وہ حضرت یحییٰ عا کی وہ اصل تعلیم تھی۔ جو پولوسس کے بعد از عقل عقیدہ سے ایک طرف اور چن ایک عیسائی فرقہ جات کی شدید اغلاط سے جلال عز کو معلوم تھیں۔ دوسری طرف بالکل علیحدہ ہے۔

آنحضرت کا یہ خیال کہ اس ابراہیمی مذہب کے فوائد کو اپنے ہی لوگوں تک محدود نہیں رکھنا چاہئے۔ بلکہ تمام دنیا میں اس کی اشاعت ہونی چاہئے۔ لکھو گھا انسانوں کو اتلی تربیت دینے اور انہیں بہت زیادہ مذہب .....  
 و تمدن بنا دینے کا باعث ہوا ہے۔ ورنہ اس خیال کی عدم موجودگی میں لوگ سخت جہالت میں ڈوبے رہتے۔ اور اس سررشتہ اخوت میں بہرہ مند نہ ہوتے۔

جس کی اسلام نہ صرف تعلیم ہی دیتا ہے۔ بلکہ اس پر عامل بھی ہے۔

## بہاڑی وعظ کا نقشہ ہماری روزانہ زندگی میں

حضرت محمد صلعم کو عیسائیوں نے نہایت بُرے الفاظ میں یاد کیا ہے۔ تاہم آپ کو پہلے ایک نیم عیسائی فرقہ کا پیرو سمجھا جاتا تھا۔ ڈینیٹ نے اپنے اشعار میں آپ کو مرتد و لحد کا فتویٰ دیا ہے۔ اور یقیناً ایک اور لفظ خیال سے وہ ان کئی ایک عقائد سے جھنجھوں نے عیسائیت کا لقب اپنے اوپر عاید کر لیا ہے۔

اختلاف رائے رکھتے تھے۔ بعض مصنفین نے یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ آپ نے اپنا مذہب ظالموں سے اخذ کیا ہے۔ مگر میرے خیال میں..... یہ سوال کہ دین محمدی درحقیقت کیا چیز ہے۔ حل نہیں ہو سکتا۔ جب تک سے یوں بیان نہ کیا جائے کہ یہ تبدیل نام خالص بیودیت ہے۔ اور پولوس کی تعلیمات کو نکال کر

اصلی عیسائیت۔ اور یہ مذہب اپنے اصلی منشا اور فاصیت کے لحاظ سے عملی طور پر موجودہ عیسائیت کی یورپین مصنوعی شکل سے بہت عمدہ اور برتر ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ بہاڑی وعظ کا عملی طور ہماری روزانہ زندگی میں ہو گا

## ہر ایک مسلمان بذاتِ خود پاک ہے

ہر ایک مسلمان بذاتِ خود پاک..... ہے اور مسلمانوں میں سے ہر ایک کسی مذہبی معاملہ میں مشترکہ عقائد کی بنا پر اپنے ہم مذہب اشخاص کو رائے دے سکتا ہے۔ وہ اپنے مولویوں کے غلام نہیں ہوتے۔ وہ خدائے تعالیٰ

کی عبادت بغیر کسی وسیلہ کے کرتے ہیں۔ اور ان کے لئے وہی جگہ مسجد ہو جاتی ہے۔ جہاں کہیں وہ نماز کے مقررہ اوقات پر موجود ہو۔ مسلمان و اعظین امامت کے ساتھ دوسرے پیشے بھی اختیار کر سکتے ہیں۔ ان میں سے بعض حج تیار

وغیرہ بناتے ہیں۔ مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں۔ کہ باقاعدہ جماعتوں میں اکثر مولویوں کا پیشہ امامت کے سوائے اور کچھ نہیں۔ مسلمانوں میں کوئی ایسا عمدہ نہیں۔ جیسا عیسائیوں میں پوپ وغیرہ کا ہے۔ ایک معمولی مسلمان

یہ دعویٰ کرنے کا مجاز ہے۔ کہ میں بوجہ خدائے تعالیٰ کے احکام کے آگے تسلیم  
ختم کر دینے اور اس کی رضا پر راضی ہو جانے کے بذات خود اس مذہب کا ماننا  
ہوں۔ جس کے مظہر حضرت رسول کریم صلعم تھے۔“

خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سہو و خطا سے پاک ہونیکا  
دعویٰ نہیں کیا۔ ایک موقع پر جب آپ نے ایک مغزرا آدمی کے ساتھ باتیں  
کرنے کے لئے ایک سائل کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور اس کی طرف متوجہ  
نہ ہوئے۔ تو آپ کو وحی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے سخت تنبیہ کی۔ آپ نے  
اس وحی کو آشکارا کر دیا۔ اور یہ ایک ایسی بات تھی۔ کہ اگر آپ جیسا ز اور  
مکار ہوتے جیسا کہ ناواقف عیسائی عرب کے اس عظیم نشان نبی کی نسبت کہہ  
دیا کرتے ہیں تو ایسا کبھی نہ کرتے۔ اب مجھے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے مذہبی  
عہدہ دار موجودہ شیخ الاسلام قسطنطنیہ کا ایک خط پڑھنے کی اجازت دیجئے۔ جو  
انہوں نے ایک نو مسلم بنام مسٹر سچو من کے نام لکھا تھا۔ اور جس کی میں قیل کے ایک  
فقہ کے سوائے نہایت عاجزانہ طور پر تائید کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔ وہ فقہ  
یوں ہے کہ :-

”جس دن سے تم نے اسلام قبول کیا ہے۔ تمہارے تمام گناہ معاف ہو گئے ہیں۔“

یہ فقہ لفظ بلفظ صحیح نہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے عقائد کے بموجب تمام لوگوں  
کے گناہوں کا مواخذہ ہوتا ہے اور اس مشہور مقولہ کے مطابق کیم ایک پڑھے ہوئے  
آدمی کا اعتراض ہزار یا جلا کی رضامندی سے بہتر ہے، میں بھی پڑھا ہوا ہونیکا  
ادنیٰ سے ادنیٰ دعویٰ کئے بغیر اسلامی نقطہ خیال سے ایک مسلمان کو اس قاعدہ  
پر اعتراض کرنے کا حق دار سمجھتا ہوں۔ جس کا مفہوم غلط طور پر لے لیا گیا  
ہے۔ اور جو تمام نبی نوع انسان کے نام اس حکم کے سراسر خلاف ہے۔ کہ سب  
کو گناہوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اور چائی پر گامزن ہونا چاہئے۔ خواہ وہ  
پرہیزی ہے۔ یا انسانی اور خواہ مسلمان۔“

## پنج ارکان اسلام

ایک مسلمان کی ظاہر اور بیرونی علامات مثلاً نماز - زکوٰۃ - روزہ اور حج کے بارہ میں مذہبی کتابوں میں ضروری ہدایات مندرج ہیں۔ نماز کے متعلق ان کتابوں میں اس بات کو نہایت زور سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ صفائی اور پاکیزگی تقویٰ اور پرہیزگاری دو دوسرے درجہ پر ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک نماز سے پہلے وضو کرنا ضروری ہے۔ ان دونوں امور کے متعلق قواعد بہت دقیق ہیں۔ اور ان کی فقہی پابندیوں کے بارہ میں کوئی پادری کسی عیسائی کی نسبت وہ لفظ نہیں کہہ سکتا۔ جو شیخ الاسلام نے مسلمانوں کی نسبت کہے ہیں۔ یعنی یہ کہ یہ تمام باتیں تمہیں ایک سب سے پہلے ملنے والا مسلمان بخوبی پتا سکتا ہے۔ مسلمانوں کی غیرت میں جسے زکوٰۃ کے مناسب نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اپنے مال و اسباب کا کم از کم چالیسواں یا ۲ فی صدی حصّوں کو دے دینے کا حکم دیا ہے۔ زکوٰۃ کا روپیہ بیت المال میں بھیجا جاتا ہے اور اس سے بہت سی دوسری ضروریات کے رفع کرنے کے ساتھ اسے غلاموں کے آزاد کرانے پر بھی خرچ کیا جاتا ہے۔ اور یہ ایک اور ایسا امر ہے جس پر عیسائی ان کاموں کی نوعیت کے متعلق جو آنحضرت صلعم نے غلامی کے بالکل اٹرا دینے کے لئے قانون کے عملی نفاذ کے ذریعہ اس رسم کو کم کرنے کی کیا کوششوں اور جہد کے سلسلہ میں کئے ہیں۔ جہالت سے مسلمانوں پر الزام دہرتے ہیں مگر زکوٰۃ کی خدائے تعالیٰ کی درگاہ میں قبولیت کے لئے دینے والوں کو اس بات کا اظہار کر دینا چاہئے۔ کہ غیرت کردہ مال و اسباب رجن کی نسبت یہ بتا دینا غیر ضروری ہے۔ کہ وہ شرعی حد بندی سے بڑھ کر بھی دیا جاسکتا ہے۔ قانونی طور پر ان کی اپنی ملکیت ہے۔ کیونکہ مثل مشہور ہے۔ کہ نیک کام کے لئے روپیہ کی چوری کرنا کارِ ثواب نہیں بلکہ جو لوگ برعنا و رغبت خود چالیسواں حصہ سے بھی زیادہ دے دیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے اس کا اجر پائیں گے۔

حج کعبہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا ذریعہ اجتماع ہونے کے باعث بہت ہی ضروری اور لایق قدر و منرلت شعار ہے۔ یہ گویا اتحاد و اتفاق کا ایک عمد نامہ ہوتا ہے۔ اور اس سے مسلمان زاہدین کا ایک ایسا حقیقی تشکل اجتماع عمل میں آتا ہے۔ جیسا کہ عیسائی دنیا اپنی بے شمار قسموں کے ساتھ مل کر بھی تا حال تمام عیسائی حلقوں کے اجتماع کی طاقت نہیں رکھتی۔ مزید برآں حج زبانِ عربی کے اشتراک کی وجہ سے تربیت و شائستگی کی اشاعت کے لئے ایک زبردست تحریک ہے۔ جیسا کہ یورپ میں بھی اُس وقت جبکہ تمام پڑھے لکھے لوگ اپنی مادری زبان کے ساتھ ایک ہی زبانِ لاطینی بھی بولا کرتے تھے یہی حال تھا ان حالات میں عربی کی تحصیل سے ایک شخص صرف دینِ محمدی کو ہی سمجھ نہیں لیتا۔ بلکہ اس طرح سے اسے تمام اسلامی دنیا کے اندونی حالات کا بھی باسانی پتہ لگ جاتا ہے۔ ایشیا اور نیز افریقہ میں باوجود ان کے نیم جاہل ملک کہلانے کے ایک دقیق عربی لفظ تمام عربی بولنے اور اس کی تقدیس کرنے والی اقوام کا مشترکہ مال سمجھا جاتا ہے۔ اور اس طرح سے دینِ محمدی اس تہذیب و شائستگی کا جو کہ دوسرے مذاہب میں مفقود ہے حشرِ شہین بن گیا ہے روزہ صرف تاویب و تربیت کا ایک دستور العمل ہے۔ بلکہ یہ بہت حد تک صحت افزائی کا باعث بھی ہے۔ اور شیخ الاسلام کے قول کے بموجب اس صفائی اور پاکیزگی کو ان قواعد پر جو کہ تہذیب و شائستگی کا باعث ہیں عمل آ رہا ہے۔ نیز اس سے حفظانِ صحت کی طبی ضروریات بھی پوری ہو جاتی ہے۔ بالعموم شراب۔ سور کے گوشت اور ناجائز ذبیحہ..... (جن کو اگر فی الفور ترک نہ کر دیا جائے۔ تو ان کا استعمال بہت ہی ضرر رسان ہو سکتا ہے) تعلق اسلامی قوانین کی بابت یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ ان پر عمل کرنے والوں کی دکھ دہی اور تکلیف کے لئے انہیں وضع نہیں کیا گیا۔ بلکہ ایسے لوگوں کی جہانی اور روحانی بہبودی کے لئے ان کا

کا نفاذ عمل میں آیا ہے۔

## اسلامی سخاوت اور مساوات

مراتب روحانی کے لحاظ سے امیر آدمیوں کو غریبوں کا محافظ خیال کیا جاتا ہے۔ اور غریب آدمی امر کی میز پر بیٹھنے کا مجاز ہے۔ مسلمانوں کی مجالس میں کہیں امیر اور غریب کے درمیان نفرت انگیز تفریق روا نہیں رکھی جاتی۔ اور ایک مسلمان غلام بھی ایک گھرانے کا نہ صرف ممبر ہی ہوتا ہے بلکہ اسے سلطنت اور سوسائٹی میں اعلیٰ مراتب پر سرفراز ہونے کے لئے ایک مفلس انگریز سے بہت زیادہ مواقع میسر آجاتے ہیں۔

مسلمانوں میں بھوکے کو غذا دی جاتی ہے۔ اور خیرات براہ راست تقسیم کی جاتی ہے نہ کہ ان کے پیچیدہ قوانین کے ذریعہ سے جو غربا کے لئے انگلستان میں نافذ ہیں اسلامی اور نیمزبدہ مذہب کے نقطہ خیال سے خیرات کرنے والا لینے والے کا احسان مند ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے اول الذکر اپنے آپ میں خیانت کی صفت پیدا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

ایسا ہی ہندو برہمنوں میں یہ رواج ہے کہ کوئی خاکروب بھی اگر کسی برہمن کے دروازے پر آکر کچھ خیرات مانگتا ہے۔ تو موخر الذکر اس خیال سے کہ اس نے اسے خیرات کرنے کا موقع دیا ہے۔ اس کے آگے سر بسجود ہو جاتا ہے میری اپنی ناقص رائے میں اس قسم کے حالات عیسائیت کی سچی اور وسیع خیرات کے افضال پر مشتمل ہیں اور اسی منظر نظر سے میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ سب سے بہتر عیسائی جو مجھے کبھی معلوم ہوا ہے۔ ایک برہمن ہے۔ جس نے کبھی حضرت عیسیٰ کا نام تک نہیں سنا۔ یا ایک مسلمان ہے۔ جو آپ کو نبی اور رسول جان کر آپ کی تعظیم و تکریم کرتا ہے۔ اور ایک غریب یہودی ہے۔ جس نے ایک لمبی مرض میں عیسائیوں کا جنھوں نے ان کو چھوٹی بٹری چیز سے بالکل محروم کر دیا تھا۔ ساٹھ دیا۔

مسلمانوں کے نوکر اگرچہ کھانا اپنے آقا کے بعد کھا یا کرتے ہیں۔ مگر ان کی بسر اوقات ویسی ہی ہوتی ہے۔ جیسی کہ ان کے آقا کی۔

مساجد میں نمازیوں کے درمیان پوری مساوات ہوتی ہے۔ وہاں درجہ بدرجہ بیٹھنے کی کوئی جگہیں نہیں ہوتیں۔ جیسا کہ گرجوں میں pews کا رواج ہے۔ مسجد کا امام یا کوئی دوسرا نمازی نماز میں امامت کرا سکتا ہے۔ اور زیما باقاعدگی اور غامضی سے ارکان نماز کو ادا کرتے ہوئے مسلمان نمازیوں کی ایک جماعت سے زیادہ اور کوئی موثر نظارہ نہیں ہوتا۔

انگریزوں کو ظاہر داری پر اعتراض کر دیا کرتے ہیں۔ مگر وہ خود اکثر اوقات ضوابط اور الفاظ کی پابندی تو عدیٰ کی صلیت و تندر نظر رکھنے سے یادہ کرتے ہیں۔

اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ برطانوی ضوابط کی صحت بدیوں اور برائیوں پر مبنی ہے۔ اور خیرات اپنے وسیع مفہوم کی رو سے سب سے

بڑی نیکی ہے۔ تو ان ظاہر داریوں سے جو اس کو اکٹھا اور بچھرقسیم کرتے ہوئے اس ملک میں ملحوظ رکھنی پڑتی ہیں۔ اس کا تمام اجر زائل ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے

کہ ہم اس بات کی اہمیت کو نہیں جانتے کہ قوانین عام فائدہ رسانی کے لئے وضع کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے الفاظ ہماری تشریح کے مترناج نہیں۔ بلکہ حاجتمند

ہوتے ہیں اور ہم ان کی تشریح ان کے تابع ہو کر نہیں۔ بلکہ اپنی مرضی سے کر سکتے ہیں پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ ہماری اصلی ہذذاتی۔ انفرادی شخصی۔ نقلی تشبیہی اور

فرعنی۔ اور یہ ان مشرقی مذاہب اور ادیان کے خصائل کو ظاہر کرتے ہیں جو ہم نے اختیار کر لئے ہیں۔ یورپ میں کوئی نہلسٹ اور سوشلسٹ وغیرہ نہ ہوتے۔ اگر مغربی بجائے

کی بنیاد دین محمدی پر رکھی جاتی۔ کیونکہ اس مذہب میں کسی کو ایسی گھبرائٹ وغیرہ پیدا نہیں ہوتی۔ جو کہ ہماری تہذیب کی بڑی کوشش۔ مدعا اور نتیجہ ہے

## اسلام میں شادی کے قوانین

اب میں آپ کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ شیخ الاسلام نے شادی

کے بارہ میں کیا بیان کیا ہے۔ شادی میں دو گواہوں کی تصدیق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس سے مذہبی قانون کا منشا پورا ہوتا ہے۔ مگر یہ عیاشیوں اور ہندوؤں کی طرف روحانی جکڑ بندی نہیں ہے۔

خاوند اپنی بیوی کی مصاحبت میں رہ سکتا ہے۔ لیکن وہ اسے اس بات کے لئے مجبور نہیں کر سکتا۔ کہ وہ اس کے ساتھ دوسرے ملک میں جائے۔ مگر موخر الذکر صورت میں وہ اسے نان و نفقہ دینے کا پابند ہے۔

اگر کوئی خاگی جھگڑا پیش آ جائے۔ تو بیچ منتخب کئے جاسکتے ہیں۔ اور اس صورت میں کہ فریقین کے دلوشے دشمنی اور عداوت دور نہ ہو سکے طلاق کی اجازت ہے پس تمہیں اعتراف کرنا پڑیگا۔ کہ شادی کے بارہ میں ضابطہ اسلامی اس تیر ملامت کا ہدف بننے کا سزاوار نہیں۔ جو عیاشی مصنفین نے اس کی طرف پھینکا ہے۔

## اسلام میں طلاق کا رواج بہت کم سے

یہ بیان کہ مسلمانوں کو بکثرت شادیاں کرتے اور بے شمار طلاقیں دینے کا اختیار حاصل ہے۔ بالکل غلط ہے۔ طلاق کا معاملہ ایسا آسان نہیں۔ جیسا کہ اسے سمجھا گیا ہے..... طلاق بچوں کی اجازت اور فیصلہ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی

علاوہ ازیں شادی کے وقت کچھ مہر بھی مقرر کیا جاتا ہے۔ جو کہ بیوی کو طلاق کے موقعہ پر ادا کرنا ہوتا ہے۔ اور بہت سی عورتیں طلاق کے خطرہ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے اتنی بڑی رقم مقرر کر دیتی ہیں۔ جو کہ انکے خاوند کبھی بھی ادا نہیں کر سکتے۔

ہندوؤں میں شادی بوجہ ایک روحانی تعلق ہونے کے کبھی منسوخ نہیں ہو سکتی۔ اور رومن کیتھولک فرقہ میں یہ بہت ہی سخت مشکل سے منسوخ ہو سکتی ہے۔

مگر شادی کو خواہ ایک روحانی جگہ تیزی یا ایک عہد نامہ سمجھ لیا جائے۔ یہ اتحاد درحقیقت تمام ممالک اور سب مذاہب میں اکثر حالات میں مستقل اور ہمیشہ کے لئے تصور ہوتا ہے۔ اگرچہ میں انہوں کیساتھ اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں مسلمانوں میں ۱۸۴۰ء سے قریباً چالیس سال تک رہنے کی وجہ سے باوجود ان کو ہتھیار موافق طلاق کے جو انکو تیسرا آئے ہوئے ہیں۔ عیسائیوں میں مسلمانوں سے زیادہ طلاق کے واقعات دیکھے ہیں۔ مجھے اس بات کو تسلیم کرنے میں بھی کوئی تامل نہیں کہ اپنے کنبہ۔ علماء۔ بوڑھوں۔ اجنبیوں اور وحشی مخلوقات کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے میں مسلمانوں کا بہت بڑا حصہ برائے نام عیسائیوں کے لئے نمونہ ہے۔

### تعدد ازواج

مسلمانوں کے مسئلہ تعدد ازواج کے متعلق بھی جیسے بہت سخت گالیوں..... کی بوچھاڑ کی جاتی ہے۔ میں چند ایک الفاظ کمزور گواہوں کے نظر اس حقیقت کے کہ تعدد ازواج چند ایک جگہوں میں جہاں عورتوں کی آبادی بہت زیادہ ہے۔ اس زیادتی کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے واجب العمل ہے اور کہ تعدد ازواج ناجائز افعال اور ان کی متعلقہ برائیوں کے لئے ایک روک ہے۔ اور نیز ناجائز ولادت کو روک دیتا ہے۔ اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کہ مسلمانوں کی بہت زیادہ تعدد صرف ایک ایک بیوی پر ہی قائل ہے۔ اور یہ صرف دین محمدی کی تعلیم کا ہی نتیجہ ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی سوسائٹی میں پیدا ہوئے تھے۔ جہاں لڑکی کا پیدا ہونا بدقسمتی سمجھی جاتی تھی۔ اور جہاں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ وہاں شادی کے لئے عورتوں کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی اور عورتیں بھی اس جائیداد میں شامل سمجھی جاتی تھیں۔ جو ایک متوفی چھوڑا ہوا ہو۔

ایسی لامحدود کثرت از دواجی کو جس سے اس قسم کے نتائج ظہور پذیر ہوئے  
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا۔ آپ نے ہدایت کی۔ کہ ایک مرد صرف  
دو تین یا چار عورتوں سے شادی کرنے کا مجاز ہے۔ بشرطیکہ وہ ان کے ساتھ  
مساوی اور منصفانہ برتاؤ کرے اور ایک جیسی محبت رکھے۔ ورنہ اس صورت  
میں کہ وہ ایسا نہ کرے۔ وہ صرف ایک ہی بیوی رکھنے کا مجاز ہے۔ مگر چونکہ  
عملی طور پر..... کوئی شخص دو یا زیادہ بیویوں کے ساتھ حسب ضابطہ  
ایک جیسا برتاؤ اور محبت نہیں رکھ سکتا۔ اس لئے حضرت محمد صلعم کی توضیح  
آئین صاف طور پر ایک بیوی کی حمایت میں ہے۔

پھر آپ نے عورت کو کسی جائداد کے مالک کی ملکیت ہونے کی زویل عا  
سے بھی نکالا۔ اور آپ نے اسے سب سے پہلی اور ایسی قانونی حصہ دار ٹھہرایا  
جس کے فوائد کا اسلامی قوانین کو پورا لحاظ رکھنا چاہئے۔

آنحضرت صلعم کے خلاف یہ عذر بھی اٹھایا گیا ہے۔ کہ آپ نے اپنی مثال  
اور نمونہ سے بدکاری اور فسق و فجور کو جائز قرار دیا۔ اور اس بیان کی سچائی کو  
پرکھ کر دیکھیں۔ خوش قسمتی سے ہمیں کسی زمانہ آئینہ شخص کے ساتھ واسطہ نہیں  
پڑا۔ بلکہ ہمارا واسطہ اس وقت ایک تاریخی شخص سے ہے۔ جس کا تقریباً ہر  
ایک قول و فعل کتب حدیث میں جمع ہے۔ جو کہ اسلامی عقائد کے بموجب قرآن  
سے دوسرے درجہ پر ہیں۔ اور رسولوں کے افعال پر ان کی  
صداقت اور اصلیت کو معلوم کرنے کے لئے نہایت دقیق پیرایہ میں نکتہ بینی  
کی جاتی ہے۔ اور تا وقتیکہ رسول خدا کے کسی فعل یا قول کی روایت کا تواثر  
آپ کے کسی صحابی تک نہ پہنچ جائے۔ اسے ترتیب روایات میں درجہ اعتبار  
ساقط خیال کیا جاتا ہے۔ جس سے شارحین اسلام اس بکے در حقیقت ظہور  
پذیر ہونے کے متعلق سخت دقیق پیرایہ میں تلاش و تفتیش کرنے لگ جاتے  
ہیں۔ ہم اپنے خداوند یسوع مسیح کے قول و فعل کی دنیوی جانچ پڑتال کیلئے

بہت ہی کم اختیار رکھتے ہیں۔ پس کون سے نیک بریائیں خیال پر آنحضرت صلعم پر الزامات کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ مجھے اس بات کے اعتراف میں کوئی تامل نہیں کہ ہر ایک ایسی کمائی کا ماخذ تلاش کرنے پر یہ الزامات بالکل غلط ثابت ہونگے۔ اور اس کے برخلاف یہ امر آپ کی عزت افزائی کا باعث ہوگا۔ کہ آپ نے باوجود طمع اور لالچ دیتے جانے کے ایک ایسی سوسائٹی میں جسے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا تھا۔ نہایت اعلیٰ پاکیزگی اور طہارت کو ملحوظ رکھا۔

تبت پرستوں میں رہتے ہوئے حالتِ تخر و میں آپ کو ۲۵ سال گذر گئے۔ اس عمر میں آپ نے ایک ۴۰ سالہ عورت سے رجو یورپ کی بچا پن بس کی عورت کے برابر تھی، شادی کی۔ آپ کی اس شادی کی وجہ یہ تھی کہ اس عورت کے آپ احسان مند تھے۔ اور وہ آپ کے مشن پلے پر ایمان لے آئی تھی۔ اس بات کا اظہار آپ نے اس کی وفات کے کئی سال بعد حضرت عائشہؓ کے آگے، جو کہ بوڑھی اور وفات یافتہ خدیجہ کی ایک ہی مد مقابل تھی آپ نے اس کے اس سوال کے جواب میں کہ میں خدیجہ جیسی نیک نہیں ہوں، فرمایا: "نہیں تم نیک ہی میں ویسا درجہ نہیں رکھتیں۔ کیونکہ وہ مجھ پر ایسے وقت ایمان لائی تھی۔ جبکہ میرے ساتھ اور کوئی بھی نہ تھا۔ وہ میری سب سے پہلی مرید تھی۔ اور اس نے اس وقت جبکہ میں غریب اور بیکس تھا۔ میری عزت اور حفاظت کی" شادی کے بعد آپ ۲۰ سال تک خدیجہ کے ساتھ خلوص سے رہے۔ یہ سچ ہے کہ ۵۵ سال کی عمر میں ہم آپ کو یکے بعد دیگرے بیویاں گنتے دیکھتے ہیں۔ مگر کیا اس حالت میں کہ ایک شخص نے اتنی عمر تک اپنے جذبات کو قابو میں رکھا ہو۔ اس کی بابت یہ گمان صحیح نہیں۔ کہ اس کی ان شادیوں کے اسباب ان امور سے بالکل الگ ہیں۔ جو کہ عیسائی مصنفین نے ان سے وابستہ کئے ہیں؟ وہ اسباب کیا ہیں؟ میرا یقین ہے کہ ان کے پاپے

میں آپ کی بہت سی شادیوں کا اصلی سبب صرف سخاوت اور اپنے ایذا رسیدہ مریدین کی بیوہ عورتوں کی حفاظت کرنا تھا۔ آپ کے مریدین یعنی ایک خدا کے پرستاروں کو بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک وقت انہیں کھانے کی چیزیں دینے کا بھی کوئی مجاز نہ تھا۔ اور اس لئے بعض ان میں جشہ میں چلے جانے پر مجبور ہو گئے۔ تاکہ وہ اس سرزمین کے عیسائی بادشاہ کے ہاں ... پناہ گزین ہوں۔ بادشاہ نے انہیں ایذا رسانوں کے حوالہ نہ کیا ان مہاجرین میں سے بعض جشہ میں فوت ہو گئے تھے۔ اس لئے ان کی بیویوں کو جو کہ اس کے بغیر ہلاک ہو جاتیں۔ آپ نے اپنے حرم میں شامل کر لیا۔ یہ خیال کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی ناجائز ارادہ سے ایسا کام کیا تھا۔ بالکل بے بنیاد ہے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ ہم یہ جانتے ہیں کہ آپ نے اپنی جوانی کی عمر میں اپنے زہد و اتقا کا کافی ثبوت دے دیا ہے۔ آپ کے اپنے آزاد غلام اور تنہا بیٹے زید کی بیوی زینب کے ساتھ شادی کی کہانی بھی صرف غلط فہمی کے سبب مشہور ہوئی ہے۔ اس مسئلہ پر غور کرنے سے پیشتر یہ جان لینا چاہئے۔ کہ مشرکین عرب کسی منہنی لڑکے کی مطلقہ بیوی سے شادی کرنا ناجائز سمجھتے تھے۔ اگرچہ انہیں سوائے اپنی ماں کے اپنے منونی باپ کی دوسری بیویوں کے ساتھ بھی شادی کرنے میں کوئی اعتراض نہ تھا۔ جیسا کہ آج کل بعض لوگ اتوار کا دن فضول اشغال میں گزار دیتے اور حضرت موسیٰ کے دس احکام کو توڑنے میں نہایت بے پرواہ ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جاہلانہ رسم کو یہ کہہ کر بالکل اڑا دیا کہ ایک تھپے لڑکا اصلی فرزند نہیں ہو جاتا۔ اور اس لئے اس کی بیوی سے شادی کرنا محرمات میں داخل نہیں۔ اس حقیقت کی صداقت کے لئے نہ کہ کسی نئی شادی کے جواز کے واسطے آپ کو وحی ہوئی۔ جس سے ایک برے کام کی بھارت کا غلط مفہوم لے لیا گیا ہے۔

مجھے یقین ہے..... کہ اگر لوگ سچی خیرات جیسے مسئلہ پر کاربند ہوتے۔ تو ان کو دیگر مذاہب کی صورت ان کی موجودہ حالت سے بالکل مختلف نظر آتی۔ اور وہ ان کی بابت ان مذاہب کے دشمنوں سے سنی سنائی متعصبانہ باتوں سے علم حاصل کرنے کی بجائے ان کے اصلی ماضوں سے واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔

مسلمانوں میں تجربہ و نہ زندگی بہت ہی کم اختیار کی جاتی ہے۔ اور شاذ و نادر ایسی بالغ عورتیں ہونگی۔ جو بیاہی نہ گئی ہوں۔

زنا کاری پر عورت اور مرد کو مساوی سزا دی جاتی ہے۔ اور مجرم کو عوام میں سو کوڑے لگائے جاتے ہیں۔

شراب خانوں۔ جوئے خانوں یا چکلوں کو مسلمان جانتے ہی نہیں مسلمانوں میں کوئی شراب خانہ۔ جوئے خانہ یا چکلہ وغیرہ نہیں نہ ہی ان کو برائی کے رواج کا ہی کوئی خیال ہے۔ ان کی عام بول چال باقاعدہ طور پر بہت سے یورپیوں سے بڑھ کر پوری باسلیقہ اور جیادار ہوتی ہے۔ میں نے سکولوں اور کالجوں میں نوجوان مسلمانوں کے حالات کو دیکھا ہے۔ ان کے چال چلن اور گفتگو انگریز نوجوانوں سے زیادہ عمدہ ہوتی ہے۔ اور یقیناً نوجوان انگریزوں کی طرز کلام بعض حالات میں ایسی فحش ہوتی ہے۔ کہ اسلامی سرزمین میں انہیں مستوجب سزا قرار دیا جاسکتا ہے۔

### شادی شدہ عورت کی حیثیت

اسلام میں ایک شادی شدہ عورت قانونی طور پر انگریز بیاہی ہوئی عورت سے زیادہ باحیثیت ہوتی ہے۔ اور وہ پیدائش۔ شادی اور موت کی تصدیق کے لئے گواہی دینے کی مجاز ہے۔ مگر دو سرٹیف فرانس کی جمہوری سلطنت میں اسے روک دیا جاتا ہے۔

نہ یہی جناب مشروط ہے

دین محمدی کے مسلمہ ثنات کی نسبت یاد رکھنا چاہئے۔ کہ مسلمانوں کو قرآن کی تفسیر میں آزادی حاصل ہے۔ اور یہ ایک ایسا امر ہے۔ کہ اسلام کو ہر ایک فرقہ اور ملک کے مطابق بنا دیتا ہے۔ یعنی قرآن کریم کی تفسیر کے متعلق اصول مقرر ہے۔ کہ ایک مشروط فقہہ کو غیر مشروط پر سبقت دی جاتی ہے۔ مثلاً آیت قائلو انھی سبیل اللہ ایک غیر مشروط آیت ہے۔ مگر قائلو انھی سبیل اللہین یقائلو لہو مشروط ہے۔ پس کافروں کے ساتھ نہی جنگ یا جہاد کے غلط فہمیدہ مسئلہ پر کاربند ہونے کا ارادہ کرتے وقت موخر الذکر آیت کو مقدم کر لیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام لڑائیاں شرعاً ناجائز ہیں۔ سوائے اس کے جو ان لوگوں کے بالمقابل بطور مدافعت کی جائے۔ جو مسلمانوں کو اس وجہ سے دکھ اور ایذائیں پہنچائیں۔ کہ وہ ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان کو ان کے گھروں سے نکال باہر کریں۔ جیسا کہ حبشہ کے پناہ گزین مسلمانوں کے ساتھ وقوع پذیر ہوا۔ مسلمانوں میں مذہبی بروہاری اور تحمل و برداشت کا عنصر عیسائی ممالک سے ہر حال میں بہت زیادہ ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو مگرین یونانی اور یہودی لوگ اپنی خود مختاری مذہب اور زبان کو سلطت عثمانیہ میں جس کی نسبت میں اپنے ذاتی علم سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ اس میں عیسائی ضابطہ بندی کے لئے برداشت اور انسانیت کے بہت سے اسباق ہیں قلم نہ رکھتے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے ساتھ یہود و نصاریٰ کو بھی شامل فرمایا اور کہا۔ کہ جو لوگ خدا اور یوم آخر پر ایمان لائیں۔ ان کو کوئی ڈر اور خوف نہیں۔ مساجد اور گرجاؤں کی حفاظت کا مساوی انتظام قرآن کریم میں سورہ حج میں اللہ تعالیٰ نے مذہبی لڑائیوں کا مقصد مساجد و گرجاؤں کے محابد اور گرجاؤں کی حفاظت بتایا ہے۔ کیونکہ ان میں سے ایک خدا کے نام کی پرستش کی جاتی ہے۔

کیا اسلام کی یہ رواداری تحمل اور برداشت کی حالت ایسی نہیں کہ ہم

اس تک داگر ان صلیبی جنگوں کو جو ہم مسلمانوں کے ساتھ کرتے اور اس کے ساتھ غلامی کو بھی رواج دیتے چلے جا رہے ہیں۔ بلخوڑ کھرا کیا کتنا سچ ہے تو صدیوں کے بعد اب پہنچے ہیں۔

میں کئی ایک ایسے مسلمانوں کو جانتا ہوں۔ جنہوں نے گرجاؤں میں چنڈ دیا ہے۔ مگر بالمقابل عیسائیوں میں کتنے ایسے ہیں۔ جو ان کی مسجدوں کو چنڈ دیا کرتے ہیں۔ بحالیکہ ان میں بھی خدا تعالیٰ کی ہی پرستش کی جاتی ہے مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں کو اتنی ایذا نہیں اور دکھ نہیں پہنچائے گئے۔

جس قدر عیسائیوں نے مسلمانوں کا قتل اور خونریزی کی ہے..... حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگرچہ عیسائی مجاہدین کو کٹھنیر و شلم میں ایک پہلی خونریزی کا بدلہ لینے کے لئے تمام مدافعیں شہر کو قتل و غارت کر دینے کی قسم کھالی۔ مگر انہوں نے شہر کو فتح کر لینے کے بعد ایسا کرنے سے اجتناب کیا۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ میں اپنی قسم کو توڑنے کی سزا بھگت لوں گا۔ بہ نسبت اس کے کہ میں کسی متنفس کو موت کا مزا چکھاؤں۔

میں اپنے اس لیکچر کو زیادہ عمدگی سے نباہ نہ سکوں گا۔ اگر میں اس حقیقت پر زور نہ دوں۔ کہ یہودیت۔ عیسائیت اور محمدیت ایک دوسرے کی بہنیں ہیں۔ کیونکہ ان تینوں کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ اور یہ اس بنیاد پر نہ کروں۔ کہ وقت آئیگا۔ جب عیسائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو بلخوڑ رکھ کر حضرت جیلے علیہ السلام کا پہلے سے زیادہ احترام کرنے لگ جائیں گے دین محمدی اور عیسائیت کے اصول مشترک ہیں۔ اور وہ شخص ایک عیسائی ہے۔ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلان کردہ صداقتوں کی تعظیم کرے۔

# بلادِ غریبہ میں تبلیغِ اسلام اسلامی مشن انگلستان کے معرکتہ آرا تبلیغی کارنامے

نمبر ۳

گذشتہ نمبر میں جناب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی واپسی کی اطلاع شائع کرنے کے ساتھ یہ بھی عرض کر دیا گیا تھا۔ کہ جناب مدروح نے اپنی غیر حاضری میں تبلیغ کے مقدس کام کو اسی روش اور اسی بیخ پر جاری رکھنے کے لئے جناب مولینا مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی اور مسٹر خالد شیلڈرک کو جو ایک بہت پرانے اور واقف کار نو مسلم ہیں۔ اپنا تمام کام پورے طور پر سمجھا دیا ہے۔ اور یہ دونوں حضرات رسالہ مسلم انڈیا کی تدوین و ترتیب کے ساتھ پرائیویٹ خط و کتابت اور لیکچروں کا سلسلہ بھی اسی زور شور سے بلکہ اس سے بھی زیادہ سرگرمی کے ساتھ جاری رکھیں گے۔ جیسا کہ خواجہ صاحب کی موجودگی میں تھا۔ خدائے تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہماری یہ امید رائیگاں نہیں گئی۔ بلکہ جیسا کہ جناب مولانا صدر الدین صاحب کی تارہ چھٹیوں سے معلوم ہوا ہے۔ باحسن وجوہ پوری ہو رہی ہے۔ چنانچہ اس ماہ میں کل دس انگلش خواتین بشرح صدر شرف باسلام ہو چکی ہیں۔ جن میں سے ایک نے توجیہ الفطر کے خطبہ کے بعد۔ اور باقی تونے دو کنگ کے منفعت واری لیکچروں اور لنڈ سے ہال لنڈن میں نماز کے بعد قبولیت اسلام کا اعلان کیا۔ فالجی علی ذالک الغرض مولوی صدر الدین صاحب کی علمی قابلیت اور بیخ بندو جہد بہت ہی موثر ثابت ہوئی ہے۔ جس کیلئے وہ تمام اہل اسلام کے شکر یہ کے پورے مستحق ہیں۔ لیکن اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ شکر یہ سے میری مراد کوئی زبانی شکر یہ یا تحسین و آفرین کے الفاظ نہیں بلکہ میرے نظر



## پیغام صلح

وہ اخبار ہے جو فرنگستان میں اسلامی کوششوں کی صحیح خبریں۔ خواجہ کمال الدین اور ان کے ہمراہیوں کی کامیابیوں کے حالات سنانا اور جنگ یورپ کی تازہ خبریں لے کر ہفتہ میں تین بار شائع ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ہندوستان اور دیگر ممالک کے قابل تذکرہ واقعات دلچسپ تنقیدات اور دلکش آوازے بیان کے ساتھ اسلامی جذبات کو متحرک کرنے اور قائم رکھنے کا کام بحسن و خوبی انجام دینا ہے۔ ہمارے اپنی دلربا خصوصیات کے لحاظ سے ملک کا تنظیمی اخبار ہے۔ قیمت سالانہ چھ روپیہ ششماہی تین روپیہ سہ ماہی ۹ ماہوار ۹ روپیہ

المشہد

نیچر اخبار پیغام صلح احمدیہ بنگس لاہور